J8017

باسمہ سبحانہ

کتاب شہادۂ عظمیٰ

بعوض ماہوار رسالہ

اصلاح

تنقیہ ۱۹۵۹

سنہ مجلد

سرپرستان اصلاح سے ...... ۲۵ مہ

ارکان اصلاح سے ...... ۱۰ مار

انصار اصلاح سے ...... ۷ مہ

ہمدردان اصلاح سے ...... ۵ مہ

عام خریداران سے ...... ۳ ئے

مولوی ابوالکلام آزاد صاحب نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے خلاف جو زہریلی کتاب "شہید اعظم" لکھی ہے اس کا مفصل اور محققانہ جواب کتاب "شہادۂ عظمیٰ"۔ از صفحہ ۱۴۵ تا ۲۰۰

نمبر ۹ و ۱۰	ماہ رمضان المبارک و شوال المکرم ۱۳۶۳ھ	جلد ۴۵

الحمدللہ کہ کتاب شہادۂ عظمیٰ کے صفحہ ۱۴۵ تا ۲۰۰ بھی چھپ کر اپنے قدردانوں کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں۔

مخصوص شکریہ اس کتاب کے چھپوانے میں کلکتہ کے ایک مومن ملتو ایمان نے ۳۵ مہ۔ افریقہ کے ایک مرد دینداریمان نے ۱۲ مہ اور جناب سید حسین صاحب رئیس نیوتنی ضلع اناؤ نے ۱۵ مہ عنایت فرمائے تھے جس سے ۲۰۰ صفحہ تک کے کاغذ کا سامان ہو گیا اور یہ حصہ چھپ سکا۔ خدائے کریم مذکورہ بالا حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

شہادۂ عظمیٰ کی مدح و ثنا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ کتاب شہادۂ عظمیٰ امید سے زیادہ پسند کی جاتی اور بہت ہی قدر کی نگاہ سے دیکھی جا رہی ہے۔ صرف چند رائیں بطور نمونہ درج کی جاتی ہیں (۱) جناب سید آل حسن صاحب حسینی مورانواں سے لکھتے ہیں "رسالہ شہادۂ عظمیٰ موصول ہوا۔ نہایت مسرت ہوئی۔ خداوند عالم آپ کے ادارہ اور ارکان ادارہ کو صحیح و سلامت رکھے۔ آمین۔ واقعی آپ نے حد درجہ دینی خدمات انجام دیئے ہیں۔ ایسا بے مثل جواب شاید ہی کوئی شائع کر سکتا۔ واقعی آپ نے اس رسالہ میں دندان شکن جواب دیا ہے"۔ (۲) جناب شیخ محمد الدین صاحب نے لائلپور پنجاب سے لکھا ہے "اصلاح موصول ہوا۔ شکر خدا ادا کیا خداوند عالم بہ طفیل ائمہ طاہرین آپ کو حیات خضر عطا فرمائے اور اسی طرح قوم کی خدمت ہوتی رہے۔ شہید اعظم کا جواب بہت اچھے پیرایہ میں دیا جا رہا ہے"۔ (۳) جناب سید معشوق حسین صاحب مدرس مدرسہ رحمانیہ رسڑا ضلع بلیا سے لکھتے ہیں۔ "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ کے یہاں ایسی ایسی مذہبی کتابیں ہیں جن کو پڑھ کر طبیعت پھڑک جاتی ہے رسالہ بھی ماشاءاللہ خوب ہے۔ مجھ سے یہاں پر دیوبندیوں سے برابر بحث وغیرہ چھڑ جاتی ہے اس لئے ان کا دندان شکن جواب دینے کے لئے فوراً روانہ کیجیئے"۔ (۴) جناب سید آغا حسین صاحب عاجز نے کانپور سے لکھا ہے "شہادۂ عظمیٰ موصول ہوئی جس پر میں جناب کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں کیونکہ آج تک میں شہادۂ عظمیٰ سے بے خبر تھا بیشک قوم کو اس کی بے حد ضرورت تھی کیونکہ غیر اقوام آزاد صاحب کی کتاب

شہید اعظم پر بہت خوش تھے لیکن شہادۂ عظمیٰ اب ان کو خون کے آنسو رلا کر رہے گی۔
خداوند عالم ہمیشہ ہمیشہ ادارہ اصلاح کو زندہ و سلامت اور دشمنوں کی نگاہ سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین"۔

(۵) جناب حکیم ہاشم علی صاحب دام مجدہ نے شہر بمبئی سے لکھا ہے "جناب قبلہ مدظلکم۔ الحمد للہ بعد مدت اصلاح موصول ہوا۔ خدا ان لوگوں کو جزائے خیر دے جنھوں نے اس پرچہ کے ساتھ تو کیا قوم کے ساتھ ہمدردی کی۔ خدا آپ کو اور آپکے خاندان کو سلامت رکھے اور اس جہاد کا فخر تا قیامت آپکے ساتھ وابستہ رہے۔ الحمد للہ رب العالمین جو روش آپکے خاندان کی اصلاح قوم واغیار سے ہوتی رہی وہ قایم ہے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ لا انتہا تکالیف برداشت کرنے کے بعد بھی اس روش میں ذرہ بھی فرق نہیں آیا۔ اس کے لئے میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ بخلاف ... مولوی ... صاحب کے کہ پیدا کہاں ہوئے اور گئے کہاں"۔

(۶) جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی مبلغ و واعظ دام مجدہ نے پشاور سے لکھا "دام ظلکم العالی کتاب شہادۂ عظمیٰ جس قدر چھپ چکی ہے نظر سے گزری۔ خدا کی قسم ایسے زہر کا علاج آپ ہی کے تریاق قلم سے ممکن ہے۔ میں نے کتاب پڑھی بے حد خوش ہوا۔ خداوند عالم آپ جیسے بزرگوں کا سایہ مومنین کے سروں پر قائم رکھے۔ آپنے اس کا جواب لکھ کر واقعۂ کربلا کی اہمیت پر احسان کیا ہے۔ سچ ہے ایسے عذاب ان ملک کے لئے آپ ہی جیسی ہستی قوم کو درکار ہے۔ خلاق عالم آپ کو سلامت رکھے اور آپکے ذریعہ سے ایسے معجزات چشم باطل کو خیرہ کرنے کے لئے رونما کرتا رہے" (باقی آئندہ)

آپ کی کیا رائے ہے؟ | اس کتاب کے ۲۰۰ صفحے بفضلہٖ آپ تک پہونچ چکے۔ مگر ابھی مضامین بہت باقی ہیں۔ کم از کم ۲۰۰ صفحے اور شائع ہونے کی شدید ضرورت ہے۔ اگر آپ حضرات چاہتے ہیں کہ واقعاً یہ کتاب جلد از جلد ہی پر تمام کی جائے اور شہادۂ عظمیٰ کے اسباب و علل سے کوئی بات بھی چھوڑی نہ جائے تو کاغذ کی مصیبت رفع کیجئے اس طرح کہ مندرجۂ ذیل کتابوں سے صرف دس دس روپیہ کی کتابیں فوراً خود طلب کریں یا کسی عزیز یا دوست سے طلب کرالیں۔ اگر کل حضرات اس فرمائش کو اس رسالہ کے پہونچتے ہی پوری کردیں تو ایک مہینہ میں اس کتاب کے باقی ۲۰۰ صفحات شائع ہو سکتے ہیں جس کے بعد انشاء اللہ محرم ۱۳۶۵ھ سے ایک اور نہایت ضروری کتاب "حسینی معجزات" شروع کردی جائے گی جس میں وہ کل معجزے درج کئے جائیں گے جو ۶۱ھ سے آج تک حضرت امام حسینؑ کی لاش یا روضہ یا تعزیہ یا علم یا دُلدل وغیرہ سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں نہایت مفید چیز ہوگا۔

ذاکر یا پیش نماز | کی جن حضرات کو ضرورت ہو وہ اپنے خط میں اس کی بھی تصریح کردیں کہ کیا نذرانہ پیش کریں گے تاکہ ضلع سارن کے قابل قدر اہل علم حضرات سے کسی صاحب کو وہاں روانہ کردیا جائے۔ اور خط و کتابت میں طرفین کا وقت ضائع ہو۔

جوابی کارڈ | جواب طلب امور کے لئے دفتر اصلاح میں جوابی کارڈ یا لفافہ آنا بہت ضروری ہے۔

ہوئے

عبدالرحمان نے یہ سنا تو بہت بھڑکے اور قسم کھائی کہ جب تک زندہ رہوں گا عثمان سے بات نہ کروں گا اب تمام حالات مشہور ہوگئے اور ہر شخص حضرت عثمان کی نسبت سختی کرنے لگا۔ حضرت عثمان کو بھی خبریں پہنچتیں۔ ایک دن انھوں نے مسجد رسولؐ میں مسلمانوں کو جمع کرکے خطبہ دیا جس میں اپنی بہت صفائی پیش کی اور وعدہ کیا کہ اب قاعدہ کے مطابق عمل کرینگے اور کسی کو کچھ شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔ مگر کچھ ہی دنوں کے بعد ان کی عادتیں پھر بدل گئیں اور وہ کام کرنے لگے جو سنت رسول اور نیکی کے خلاف تھے۔ اصحاب رسولؐ کو بہت ناگوار ہوا۔ انہوں نے مشورہ کرکے اُن امور کی ایک فہرست بنائی جو حضرت عثمان نے خلیفہ ہونے کے وقت سے خلاف شریعت اسلام وسنت رسول کئے تھے۔ حضرت عثمان نے وہ تحریر پڑھ کر پھینکدی۔ جناب عمار وہ تحریر لے کر گئے تھے ان کو آپنے گالیاں دیں اور اپنے غلاموں سے اتنا پٹوایا کہ وہ بیہوش ہوکر گر پڑے۔ پھر خود حضرت عثمان نے بڑھ کر جناب عمار کے پیٹ اور خصیوں پر کئی لاتیں ماریں جس سے جناب عمار کو فتق کا عارضہ ہوگیا اور غش آگیا۔ اس حالت غشی میں بیچارے کی چار نمازیں بھی قضا ہوگئیں (تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)۔

جناب ابوذر نے اُس زمانہ میں شام کی سکونت اختیار کرلی تھی چونکہ معاویہ دنیا پرست تھا اور دنیوی زیب وزینت میں گرویدہ رہتا تھا اس سبب سے جناب ابوذر اُس کو ٹوکتے اور سمجھاتے رہتے تھے اور کہتے تھے کہ تمھارے اعمال سنت رسولؐ کے بہت خلاف ہیں۔ ایک دن معاویہ اور ابوذر میں آیۂ ان الذین یکنزون الذہب والفضۃ (جو لوگ سونا اور چاندی اپنے خزانوں میں جمع کرتے ہیں) کے معنے میں مخالفت ہوگئی۔ معاویہ نے لفظ بیت المال کو بیت مال اللہ سے تعبیر کیا۔ جناب ابوذر نے کہا تم نے یہ نام اسوجہ سے لیا کہ چاہتے ہو اس مال میں اب تم تصرف کرو اور مسلمانوں کو نہ دو۔ جناب ابوذر امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے بھی باز نہ آتے تھے۔ شام میں تو معاویہ کی عیب چینی کرتے ہی دوسری طرف یہ سنکر کہ عثمان نے عمار یاسر کو بلا وجہ سخت زدوکوب کی ہے اور بہت سے امور خلاف سنت رسول کئے ہیں۔ حضرت عثمان پر بھی اعتراض کرنے لگے۔ معاویہ نے ان کی شکایتیں حضرت عثمان کو لکھ بھیجیں۔ انھوں نے بغیر کچھ پوچھے حکم بھیجدیا کہ ابوذر کو ایک بدرفتار ننگی پیٹھ والے اونٹ پر سوار کرکے کسی درشت مزاج رہبر کو اُس کے ساتھ کرکے جو

کوفہ

اور زمین پر دے پٹکا۔ اور حضرت عثمان کے حکم سے ان کے جمع کردہ قرآن کو جلا دیا اور انہیں نظربند کردیا (۸) بارش کا پانی جو خدا کا عطیہ ہے اُس کے ذخیرہ کو اپنے عزیزوں کے حوالہ کرکے باقی لوگوں کو اُس سے محروم کردیا (۹) مدینہ میں لوگوں کو چارہ کی خرید و فروخت سے منع کیا۔ جب تک جناب خلیفہ کا وکیل شتران خلیفہ کے واسطے حسب ضرورت نہ خرید لے (۱۰) سمندر میں حکم دیدیا کہ ہمارے سوائے کسی اور کا تجارتی جہاز نہ چلے (۱۱) اپنے اصحاب اور رشتہ داروں کو ممالک اسلام سے بہت جاگیریں دے دیں۔ (۱۲) عبادۃ بن صامت شام میں تھے۔ ان کے پاس سے اونٹوں کی ایک قطار گزری۔ معلوم ہوا کہ یہ شراب ہے جو معاویہ کے واسطے خرید کر جارہی ہے۔ عبادہ نے ایک سوراخ دار چیز سے سب مشکوں کو چیر دیا۔ پھر اہل شام سے حضرت عثمان و معویہ کی برائیاں بیان کرنا شروع کیں تو معاویہ نے حضرت عثمان کو لکھ بھیجا۔ انہوں نے عبادہ کو مدینہ بلالیا۔ (۱۳) عبدالرحمان بن عوف کو منافق کہا جس پر کہا گیا کہ اگر وہ منافق ہیں تو اُن کی بیعت ہی صحیح نہ ہوئی اور نہ حضرت عثمان کی خلافت جائز ہوئی کیونکہ اُنہیں نے حضرت عثمان کو خلیفہ بنایا تھا (۱۴) حدود خدا کو ترک کیا۔ عبیداللہ بن عمر سے قتل ہرمزان و جفینہ و بیٹیِ ابولولو کا قصاص نہ لیا اور اس معاملہ میں صحابہ کی ایک نہ سنی جو اُس کے قتل کی رائے دیتے تھے۔ ولید بن عقبہ کی شراب نوشی کی سزا میں لیت و لعل کیا (۱۵) فرائض وغیرہ میں اقوال شاذہ میں منفرد تھے اور تمامی امت کے مخالف۔ (۱۶) وعدہ خلافی اور بدعہدی کے عادی تھے۔ (اسی طرح حضرت علیؑ اور عباس حضرت ابوبکر و عمر کو بھی کاذب خائن اور غادر سمجھتے تھے۔ جیسا کہ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۱ باب الفئے میں لکھا ہے کہ جب حضرت علی و عباس نے حضرت عمر کے پاس فدک کا دعویٰ کیا تو حضرت عمر نے کہا کہ تم دونوں آدمی ابوبکر کو اور مجھ کو بھی کاذب۔ آثم۔ غادر اور خائن سمجھتے ہو حالانکہ نہ وہ ایسے تھے نہ میں ایسا ہوں بلکہ ہم تو صادق، نیک اور تابع حق ہیں)۔ اہل مصر سے وعدہ کیا کہ جسے چاہو گے اُسے مصر کا والی بنا دوں گا۔ پھر اُن کی رائے کے موافق محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر بنا کر روانہ کیا اور ساتھ ہی ابن ابی سرح کو لکھا کہ محمد بن ابی بکر مصر میں پہنچیں تو پکڑ کر ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالنا۔ (۱۷) صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ بعض بنی حکم کو دے دیا جس پر بعض اصحاب نے جو مدینہ

کی

میں تھے تمام علاقوں کے لوگوں کو لکھا کہ اگر جہاد کرنا ہو تو عثمان پر جہاد کرنے آو۔ کیونکہ اُس نے دینِ محمدیؐ کو بگاڑ ڈالا ہے۔ تم لوگ آکر دین کو سنبھالو۔ ابن قتیبہ نے اُس خط کو نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے "مہاجرینِ اولین و اصحابِ شوریٰ کی طرف سے" تمام صحابہ اور تابعین کو جو کسی شہر میں ہوں معلوم ہو کہ آپ لوگ ہماری طرف آئیے۔ اور خلافتِ رسول کی خبر لیجیے۔ قبل اس کے کہ وہ اپنے اہل سے سلب ہو جائے۔ کیونکہ بہ تحقیق کتابِ خدا بدل دی گئی اور سنتِ رسول میں تغیر کر دیا گیا۔ ابوبکر و عمر تک کے احکام بدل دیئے گئے۔ پس اصحاب و تابعین سے جو شخص بھی ہمارے اس خط کو پڑھے اُسے قسم دیتے ہیں کہ ہماری طرف آئے اور ہماری دادرسی کرے اور ہمارا حق ہم کو دلوائے۔ اگر تم خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو ہماری خبر لو۔ اور حق کو اس راستہ پر قائم کرو جس پر رسول اللہ چھوڑ گئے تھے ہمارے حقوق اور ہمارے فے چھین لئے گئے اور ہمارے معاملات میں حیلے حوالے بتائے جاتے ہیں۔ ہمارے نبی کی خلافت تو نبوت اور رحمت کی تھی مگر آجکل تو پھاڑ کھانے والا بادشاہ ہے کہ جو اُس کے ہاتھ لگا اُسے کھا گیا (کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صـ۳۵) (۱۸) غنیمت میں جو مال اور زیور آتے تھے اُن کو بجائے اس کے کہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیں اپنی بی بیوں اور بیٹیوں کے پاس بھیج دیتے تھے۔ کسی بیٹی کو موتی اور جواہرات جڑے ہوئے زیور دیدیتے اور کسی بیٹی کو دو دو موتی دے دیتے جس کی قیمت نہیں لگ سکتی۔ (۱۹) حضرت عثمان نے بیت المال کا بہت سا حصہ اپنے باغوں، زمینوں اور مکانوں میں صرف کر دیا جو خاص ان کی جائداد تھے۔ (۲۰) ایک دن بیت المال میں ایک لاکھ درہم فاضل بچ رہے۔ حضرت عثمان نے وہ سب زید بن ثابت کو دیدیئے۔ جب رعایا حضرت عثمان سے کمال تنگ آگئی اور باوجود بار بار وفد بھیجنے اور فریادیں کرنے کے کوئی صورت اصلاح کی نظر نہ آئی، تو لوگوں نے اتفاق کیا کہ فلاں تاریخ کو ہر طرف سے ایک گروہ مدینہ میں جائے اور حضرت عثمان سے ترکِ خلافت کی درخواست کرے۔ ربیع الاول میں یہ سب لوگ حضرت عثمان کے پاس آئے۔ مگر حضرت علی کے سمجھانے سے واپس چلے گئے۔ پھر شوال ۳۵ھ میں مصر، کوفہ، بصرہ کے ہزاروں مسلمان آئے۔ اور حضرت علی سے عرض کی کہ ہم عثمان کو معزول کرنے اور آپ کو خلیفہ بنانے آئے ہیں مگر حضرت علی نے صاف جواب دیا اور وہ لوگ اپنی قیام گاہ کو واپس گئے۔ جب حضرت عثمان کو ان لوگوں کے آنے کی خبر ہوئی تو مغیرہ

اور

حضرت عثمانؓ ۔ خیر جو ہوا سو ہوا ۔ اب کیا کرنا چاہیئے ؟ اس کو بتایئے ۔
حضرت علیؓ ۔ لوگوں کو جمع کرکے پھر خطبہ دو اور گفتار و کردار سابق سے توبہ کرو تاکہ لوگوں کے دل تمھاری طرف مائل ہو جائیں ۔
اس پر حضرت عثمانؓ مسجد میں آکر منبر پر گئے اور خطبہ میں کہا کہ فرزندان آدم سے خطا بعید نہیں ہے میں بھی آدمی ہوں اور معصوم نہیں ہوں ۔ پس میں اُن نالائق امور سے توبہ کرتا ہوں جو مجھ سے واقع ہوئے ہیں ۔ جب میں اپنے گھر جاؤں تم میں سے اشراف اور بزرگ لوگ میرے پاس آئیں ۔ اور معاملات میں اپنی رائے اور صلاح ظاہر کریں ۔ میں اُس پر عمل کروں گا ۔ اگر کوئی غلام بھی مجھے حق کام کرنے کو کہے گا تو میں اُس کی بات پر عمل کروں گا ۔ اور مروان اور اُس کے اتباع کو جن کی نالائق حرکتوں کے سبب تم مجھ سے ناراض ہوا اپنے پاس سے دور کردوں گا ۔ آج سے میں اپنے دروازہ پر دربان بھی نہیں رکھوں گا ۔ تاکہ ہر حاجتمند کو میرے پاس آنے میں سہولت ہو ۔ اس کلام پر لوگ رونے لگے ۔ حضرت عثمانؓ بھی بہت روئے ۔ پھر منبر سے اتر کر گھر گئے ۔ حضرت علیؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ جو کچھ عثمانؓ نے اظہار کیا اس سے زیادہ ان پر واجب نہ تھا ۔ اب خدا اُن کو یہ توفیق دے کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے اُس پر ثابت اور قائم رہیں ۔ پھر اُسی دن بزرگان مدینہ حضرت عثمانؓ کی باتوں پر یقین کرکے اُن کے خطبہ کی توصیف اور تحسین کرنے کی غرض سے اُن کے گھر گئے ۔ مروان اور سعید بن عاص اور ایک گروہ بنی امیہ کا جو اُس خطبہ کے وقت موجود نہ تھا ۔ سب حضرت عثمانؓ کے دروازہ پر آئے ۔ اور مروان نے مبادرت کرکے کہا کہ اے امیر المومنین ! ہم کو کچھ عرض کرنا ہے ۔ نائلہ جو حضرت کی نہایت عقلمند بیوی تھیں پس پردہ سے بولیں اے مروان تو آج ان کو ان کے خطبہ پر ملامت کرنی چاہتا ہے ۔ اگر ایسا نہ کرتے تو مار ڈالے جاتے ۔ مروان پھر بولا "شرکارا ! بولوں یا نہ بولوں" حضرت عثمانؓ نے کہا بولو کیا کہتے ہو ۔ مروان نے کہا حضور کو یہ خطبہ دینا مناسب نہ تھا ۔ اپنی عزت پر پانی پھیر دیا ۔ مناسب یہ ہے کہ یہ لوگ جو دروازے پر آئے ہیں ان کو اندر جانے کی اجازت نہ دیجئے تاکہ عاجز و پریشان ہو کر واپس جائیں ۔ حضرت عثمانؓ نے کہا اچھا ان کو واپس کرو ۔ مروان نے دروازے پر آکر کہا تم لوگ کیوں آئے ہو ؟ کیا گھر لوٹ لوگے ؟ وہ سب بیچارے مغموم پھر گئے ۔ کچھ لوگوں نے جاکر

زمانہ

حضرت علیؓ سے واقعہ بیان کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اے مسلمانو! آگاہ ہو کہ میں عجب دقت میں پھنسا ہوں،
اگر ان کے معاملات سے الگ ہو جاتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ قطع رحم کرتے ہیں اور مجھے فتنوں میں تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔
اور اگر ان کے معاملات میں دخل دیتا ہوں تو اُن سے ایسی باتیں ہوتی ہیں۔ مروان نے ان کو کھلونا بنا رکھا ہے۔
جدھر چاہتا ہے ان کی نکیل تھام کر دوڑا دیتا ہے۔ پھر غصہ میں بھرے حضرت عثمان کے پاس گئے اور فرمایا
کہ کیا یہ روا ہو سکتا ہے کہ مروان تم کو عقل اور دین کی راہ سے منحرف کر کے اونٹ کی طرح کھینچتا ہوا جدھر چاہے
لے جائے؟ اور تم کو خبر بھی نہ ہو؟ وہ تم کو ہلاکوں میں پھنسا تو دیگا مگر نکال نہیں سکے گا۔ اب میں تمھارے
معاملے سے دست بردار ہوتا ہوں۔ آئندہ دخل نہیں دونگا۔ تمھارے پاس آنا بھی بند کر دوں گا۔
یہ فرما کر واپس چلے آئے۔ تب نائلہ (خلیفہ کی بیوی) نے سمجھایا کہ حضرت علی سچ کہتے ہیں اُنہیں جا کر مناؤ۔
اس پر رات کے وقت حضرت عثمان حضرت علیؓ کے گھر آئے اور پھر حضرت سے مدد کا اصرار کیا مگر حضرت
علیؓ نے منظور نہیں فرمایا۔ انہیں دنوں بزرگان مصر کی ایک جماعت حاکم مصر کی شکایت لیکر مدینہ میں
آئی تو حضرت عثمان نے حاکم مصر کو ایک خط لکھا اور نصیحت کی کہ مظلوموں کی فریاد رسی کرنی چاہیئے۔ مگر
جب وہ جماعت واپس گئی تو حاکم مصر نے اُن میں سے بعض کو قید کر دیا اور ایک کو قتل کر ڈالا۔ اس پر
سات سو مصری مدینہ میں آئے اور حاکم مصر کی معزولی کی درخواست کی اور مقتول کا قصاص چاہا۔ اور
لوگ بھی اُن مصریوں کے طرف دار ہو گئے یہاں تک کہ مدینہ میں بلوائیوں کی تعداد دس ہزار ہو گئی۔ پھر سب
نے صلاح کی کہ عثمان کو خلافت سے اتار دیں، اگر نہ مانیں تو قتل کر دیں۔ حضرت عثمان ڈر کر گھر میں چھپ بیٹھے
اور دروازہ بند کر لیا۔ پھر کوٹھے پر چڑھ کر پوچھا، تمھارا کیا اعتراض ہے؟ لوگوں نے وہی باتیں پیش
کیں جنکی فہرست اوپر ذکر کی گئی۔ حضرت عثمان نے کہا میں ان سب باتوں سے توبہ کرتا ہوں جنکو میں نے
مارا ہے وہ مجھے مار لیں۔ جن کو جلا وطن کیا ہے ان کو واپس بلا لیتا ہوں۔ اپنے عاملوں کو موقوف
کئے دیتا ہوں۔ جن کو تم لوگ مناسب سمجھو عامل مقرر کر لو اور بیت المال کا حساب کر کے لے لو، اگر
میرا مال کافی نہ ہو گا تو باقی بعد میں ادا کر دونگا مگر تم لوگ مجھے قتل نہ کرو۔ اس کلام سے لوگوں پر
کچھ اثر پڑا اور ہٹ گئے۔ پھر حضرت عثمان نے حضرت علیؓ کو بلوا کر کہا اے ابوالحسن آپ ان لوگوں کے
پاس جائیے اور جو کچھ وہ چاہتے ہیں میری طرف سے قبول کر لیجئے۔ میں تمام کام آپکے منشاء کے

واقف

بعد حضرت علیؑ اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے اندر بیٹھ رہے۔ بلوائیوں نے تین دن تک حضرت عثمان کی لاش مزبلہ پر چھوڑ دی جس سے ایک ٹانگ کتے نے کھا گئے۔ آخر ایک رات کو ۱۲ شخصوں نے ایک دروازہ توڑ کر چپکے سے ان کو نکالا اور لاش کو ایک چھوٹے تختے پر ڈال کر جس سے ایک ٹانگ نیچے لٹکتی رہی لے چلے۔ سر برابر کواڑ پر کھٹ کھٹ کرتا جاتا تھا۔ پھر بھی بلوائیوں نے تعاقب کر کے پتھر مارے آخر بغیر غسل و کفن کے یہودیوں کے قبرستان حش کوکب میں دفن کر دیئے گئے۔ حضرت عائشہ قتل کی خبر سنکر بہت خوش ہوئیں اور کہا خدا اُس پر لعنت کرے بسبب ان کاموں کے جو اُس نے کئے۔ شکر ہے اُس خدا کا جس نے اس کو قتل کیا (تاریخ اعثم کوفی ص۱۳۷)۔ بعد میں نائلہ زوجہ عثمان نے اپنی کٹی ہوئی انگلیاں اور خلیفۂ ثالث کی داڑھی کے نچے ہوئے بال اُن کے خون آلودہ پیراہن کی آستین میں ٹانک کر معاویہ کے پاس بھیجے۔ معاویہ نے وہ اہل شام کو دکھایا اور قسم دی کہ جب تک قاتلان عثمان سے قصاص نہ لے لو آرام نہ کرو۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان جس دن قتل ہوئے اُن کے خزانچی کے پاس ڈیڑھ لاکھ اشرفی اور دس لاکھ درہم موجود تھے۔ ان کی زمینیں اور باغ ایک لاکھ دینار کے تھے۔ ان کا محل بہت مضبوط پتھروں سے بنا ہوا تھا۔ (مروج الذہب جلد ۵ ص۱۵۰)۔ مختصر یہ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا خلیفۂ ثالث صاحب کی خلافت سے بھی گہرا تعلق ہے۔ اگر حضرت عمر شوریٰ مقرر نہ کرتے اور اس میں عبدالرحمان بن عوف اور حضرت عثمان کو ممبر نہ بناتے تو نہ حضرت عثمان خلیفہ ہوتے نہ مدینہ میں یہ فتنہ و فساد ہوتے جس کے نتیجہ میں اُن کے قتل تک کی نوبت پہونچی۔ اسی قتل نے معاویہ کے لئے ہر قسم کے دروازے کھول دیئے۔ اُس نے اسی حیلہ سے حضرت امیرالمومنینؑ سے جنگ چھیڑ دی اور آخر تک لڑتا رہا جس کے بعد خود بادشاہ بن بیٹھا اور پھر یزید کو مسلمانوں پر مسلط کر دیا جس نے امام حسینؑ کو قتل کرایا تو اس حادثہ سے حضرت عمر کا تعلق کتنا گہرا ہے!

حضرت عائشہ کی مہربانیاں

زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا۔ کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

حضرت امام حسینؑ کی شہادت کا بہت گہرا تعلق حضرت عمر کے بعد حضرت عائشہ کی مہربانیوں سے ہے۔ آپ ہی کی تدبیروں سے حضرت ابوبکر و عمر کا اسلام پر قبضہ

آسان ہوگیا۔ مسٹر ڈیون پورٹ انگریز مورخ نے اپنی کتاب خلافت میں لکھا ہے "مکرر اور مصرح بیانات سے جو خود رسولؐ کی زبان سے جاری ہوئے تھے حضرت علیؑ کی خلافت کے بارے میں کسی کو بھی شک وشبہ نہیں تھا۔ مگر بی بی عائشہؓ ابوبکر کی بیٹی آنحضرتؐ کی زوجۂ دوم نے کچھ اپنے ساز و باز کرکے اپنے باپ کو پہلا خلیفہ لوگوں سے مقرر کروالیا۔ ملک الموت کے انتظار میں رسولؐ کا عائشہ کے حجرہ میں جانا ان کے حق میں مفید مطلب ہوگیا۔ اس ہی سبب سے یہ بات ہوئی کہ تین خلیفوں نے پیہم راج کیا قبل اس کے کہ حضرت علیؑ اپنے حق کو پہنچیں جس کے وہ ہر طرح مستحق تھے۔ نہ صرف بلحاظ قرابت و زوجیت فاطمہ دختر رسولؐ کے بلکہ نیز بہ لحاظ ان بے شمار فضیلتوں اور بڑی خدمتوں کے جو انھوں نے مذہب اسلام کی کیں۔ یہ بھی یقین ہے کہ شاید بی بی عائشہ کے اس کردار کے باعثوں میں سے ایک خدمت فرزندی ہو کہ اپنے باپ کے خلیفہ ہونے میں اعانت کی مگر بیشک وشبہ نہایت قوی باعث اس کا بغض وکینہ دیرینہ حضرت علیؑ کی طرف سے تھا۔ وہ ہمیشہ حضرت علیؑ کو ستایا کیں اور ایسا انتقام لیا کہ مثل اس کے کسی نے نہ لیا ہوگا۔" اور مورخ گبن نے لکھا ہے "علیؑ کی خصلت، خاندان اور قرابت انہیں اپنے ہم وطنوں سے زیادہ بلند مرتبہ ٹھہراتی تھی اور عرب کے خالی تخت کے لئے ان کا حق جائز ٹھہرایا جاسکتا تھا۔ ابن ابی طالب اپنے ذاتی حق سے خاندان ہاشم کا سردار اور شہر مکہ کے علاوہ کعبہ کے معبد کا متولی تھا نبی اب زندہ نہ تھے۔ لیکن فاطمہ کے شوہر ان کے باپ کی میراث اور دعا کے زیادہ متوقع تھے، عرب اکثر اوقات عورتوں کی حکومت سے راضی رہے ہیں۔ رسولؐ نے دونوں نواسوں کو گود میں پالا تھا اور منبر سے لوگوں کو دکھا دیا تھا کہ یہ سرداران جوانان بہشت اور میری عمر کی امیدیں ہیں علیؑ میں شاعر، سپاہی اور ولی ہونے کی صفتوں کا مجموعہ موجود تھا۔ ان کی عقل اب تک اخلاقی ضرب الامثال سے ظاہر ہوتی ہے۔ اُن کا ہر دشمن تلوار سے لڑے یا زبان سے اُن کی جرأت وفصاحت سے مغلوب ہوجاتا تھا۔ دعوت اسلام کے شروع سے تجہیز و تکفین کے آخری دم تک اس عالی ہمت دوست نے رسولؐ کو نہ چھوڑا۔ رسولؐ نے خوشی سے اپنا بھائی، ولی عہد اور دوسرے موسیٰ کا ہارون کہا۔ ابن ابی طالب کو لوگوں نے آخر میں طعنہ دیا کہ اپنے فائدہ کے لحاظ کے لئے اپنے حق کا اظہار نہیں کیا جس سے کل رقابت ختم ہوجاتی اور حکم خدا سے ولی عہدی پر مہر ہوجاتی لیکن بس

کی

سازش کی اور ان کو اتنی رشوتیں دیں کہ انہوں نے ارادہ کیا حضرت کو گرفتار کر کے معاویہ کے حوالہ کر دیں اور ان کے بعض رئیسوں نے خفیہ خط و کتابت کر کے معاویہ کی اطاعت قبول کر لی اور اسے لکھا کہ بہت جلد عراق چلے آؤ ہم امام حسنؑ کو پکڑ کر تمہارے حوالہ کر دینگے۔ اُدھر معاویہ برابر صلح کے پیغام بھیجتا جاتا تھا یہ حالات دیکھ کر حضرت نے خلق خدا کی خونریزی کا اندیشہ کر کے معاویہ کے پیغام صلح کو قبول کر لیا اور ۶ یا ۷ ماہ کی خلافت کے بعد صلح کر لی۔ علامہ سیوطی نے لکھا ہے فارسل الیہ الحسن یبذل لہ تسلیم الامر الیہ علی ان یکون لہ الخلافۃ من بعدہ وعلی ان لا یطلب احدا من اھل المدینۃ والحجاز والعراق بشئی مما کان ایام ابیہ وعلی ان یقضی عنہ دیونہ فاصطلحا علی ذلک فظہرت المعجزۃ النبویۃ فی قولہ صلعم یصلح اللہ بہ بین فئتین من المسلمین ونزل لہ عن الخلافۃ۔ امام حسنؑ نے معاویہ کے جواب میں کہلا بھیجا کہ اچھا میں حکومت ان شرطوں پر اُس کے حوالہ کر دیسکتا ہوں (۱) معاویہ کے بعد امام حسنؑ ہی خلیفہ رہینگے (۲) جناب امیرؑ کے زمانہ کے واقعات کا بدلہ معاویہ مدینہ اور حجاز والوں سے نہ لے (۳) حضرت کے کل قرضوں کو (جو معاویہ سے جنگ کے زمانہ میں حضرت پر ہو گئے تھے) معاویہ ادا کر دے۔ اس طرح دونوں شخصوں نے صلح کر لی جس پر حضرت رسول خدا صلعم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ حضرت نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ ان امام حسنؑ کے ذریعہ سے خدا مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔ اس کے بعد حضرت نے حکومت چھوڑ دی (تاریخ الخلفاء ص۱۳۱) دوسرے علماء نے زیادہ شرائط صلح لکھے ہیں (۱) معاویہ کتاب خدا و سنت رسولؐ کے مطابق مسلمانوں پر حکومت کریگا (۲) بیت المال کوفہ میں جو رقم بچ گئی ہے وہ امام حسنؑ کو دی جائے گی کہ حضرت اپنے زمانہ حکومت کے دیون ادا کر دیں (۳) اب سے حضرت علیؑ پر سب و شتم نہیں کیا جائیگا (۵) معاویہ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنا کوئی ولی عہد مقرر کرے بلکہ شوریٰ کی رو سے اس کے بعد مسلمانوں کا حاکم مقرر ہوگا اور بروایت اوکلی و حیوۃ الحیوان و طبری و ابن قتیبہ وغیرہ یہ شرط اس طرح تھی کہ معاویہ کے بعد امام حسنؑ خلیفہ ہوں گے اور حضرت کا انتقال ہو جائے تو امام حسینؑ خلیفہ ہوں گے (۶) زمین خدا پر شام، مصر، عراق، حجاز، یمن وغیرہ میں ہر جگہ کے لوگ جان و مال سے امن و امان میں رہینگے (۷) اصحاب علیؑ و شیعیان علیؑ کی جان و مال، عورتیں اور اولاد سب مامون و محفوظ

بحث

رہیں گے (۷) فسا اور دارابجرد کا خراج امام حسنؑ کو ملتا رہے گا کہ حضرت جن مومنین کی مدد اور کفالت کرنا چاہیں کر سکیں (۸) امام حسنؑ اور حضرت کے بھائی امام حسینؑ اور حضرات اہلبیتؑ میں سے کسی شخص کے حق میں پوشیدہ یا ظاہر طور پر معاویہ کچھ تعرض نہیں کریگا نہ ان کے ساتھ بدی سے پیش آئے گا۔ سب لوگ ہر طرح محفوظ اور مطمئن رہیں گے۔ انہیں کسی طرح کا خوف نہیں دلائے گا۔ نہ وہ کسی طرح پریشان کئے جائینگے۔ (۹) معاویہ اس عہدنامہ پر خدا سے عہدو میثاق کریگا۔ اور اسے پورا کرے گا۔

(صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص۸۱ و حبیب السیر وغیرہ)

صلحنامہ کے بعد امام حسنؑ کا خطبہ

علامہ ابن حجر مکی وغیرہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب صلحنامہ لکھا جا چکا اور اس پر طرفین اور اُن کے گواہوں کی دستخطیں بھی ہو چکیں تو معاویہ نے حضرت سے درخواست کی کہ لوگوں کے مجمع میں ایسی تقریر کریں جس سے وہ جان جائیں کہ حضرت نے حکومت اُس کے حوالہ کردی ہے تو حضرت نے یہ درخواست منظور کی اور صعد المنبر فحمد اللہ واثنیٰ علیہ وصلیٰ علیٰ نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقال ایھا الناس ان اکیس الکیس التقی و احمق الحمق الفجور الیٰ ان قال وقد علمتم ان اللہ تعالیٰ جل ذکرہ وعز اسمہ ھداکم بجدی وانقذکم من الضلالۃ وخلصکم من الجھالۃ واعزکم بہ بعد الذلۃ وکثرکم بہ بعد القلۃ۔ ان معاویۃ نازعنی حقا ھولی دونہ۔ فنظرت اصلاح الامۃ وقطع الفتنۃ وقد کنتم بایعتمونی علیٰ ان تسالموا من سالمنی وتحاربوا من حاربنی فرأیت ان اسالم معاویۃ واضع الحرب بینی و بینہ ورأیت ان حقن الدماء خیر من سفکھا ولم ارد بذالک الا اصلاحکم وبقاءکم وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الیٰ حین۔ حضرت منبر پر تشریف لیگئے۔ خدا کی حمد وثنا بجا لائے اور حضرت رسولخدا صلعم پر درود بھیجنے کے بعد ارشاد فرمایا لوگو! سب سے اچھی ہوشیاری اور عقلمندی تقویٰ و پرہیزگاری ہے اور سب سے زیادہ حماقت اور بیوقوفی فسق وفجور ہے۔ اسی قسم کی باتیں حضرت نے دیر تک بیان کیں۔ اُسکے بعد فرمایا تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ خدائے تعالیٰ نے میرے ہی نانا حضرت رسولخدا صلعم کے ذریعہ سے تم لوگوں کو سیدھے راستہ پر لگایا حضرت ہی کی تعلیم سے تم لوگوں کو گمراہی سے نکالا۔ حضرت ہی کی جدوجہد سے تم لوگوں کو جہالت کی مصیبت سے چھڑایا۔ حضرت ہی کی

گروہ ہوگئے تھے۔ ایک معاویہ کا گروہ، ایک جناب امام علیہ السلام کا، اور جناب امام ہر طرح سے خلافت اور امامت کے مستحق تھے۔ معاویہ کو کوئی حق نہ تھا۔ نہ وہ مہاجرین میں سے تھے نہ انصار میں سے مگر جناب امام نے دنیا پر لات ماری اور اپنے نانا کی امت پر مہربانی اور شفقت فرمائی۔ خلافت اور حکومت کو چھوڑ دیا۔ مسلمانوں کی خونریزی گوارا نہ کی۔ حالانکہ چالیس ہزار آدمی آپ کے ساتھ مرنے پر مستعد تھے۔ طیبی نے کہا امام حسنؑ نے کچھ کمی لشکر یا ذلت کی وجہ سے خلافت نہیں چھوڑی بلکہ محض ورع اور تقویٰ اور امت محمدی پر شفقت اور مہربانی کے خیال سے۔ سبحان اللہ آخر کس کے بیٹے تھے؟ اُس شخص کے جس نے سارے عرب کے مختلف گروہوں کو ملا کر شیر و شکر کی طرح ایک کر دیا۔ آپ بھی اپنے جد امجد کے مظہر تھے۔ آپ نے مسلمانوں کے دو گروہوں کو ملا دیا۔ اور دنیا کی کچھ پروانہ کی (انوار اللغۃ پ ۲۰ صفحہ)۔ ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے "ان ابنی ھذا سیّد" یہ میرا بیٹا امام حسن علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا سردار ہے یعنی بڑا شریف النفس، کریم الطبع ہمت والا دنیا پر لات مارنے والا۔ اللہ تعالیٰ اُس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کو ملا دے گا۔ اُن میں صلح ہو جائے گی۔ لاکھوں آدمیوں کی جان اُس کی وجہ سے بچ جائے گی۔ اس حدیث کا ظہور ہوا امام صاحب نے دنیا کی حکومت اور دولت پر لات ماری اور معاویہ کو دیدی مگر افسوس کہ معاویہ نے اپنا عہد پورا نہ کیا اور امام حسن علیہ السلام کی جان لینے کے درپے ہوئے اور اپنے بیٹے یزید پلید سے بیعت لینے کے لئے سب کچھ کیا حالانکہ یزید کا کوئی حق نہ تھا کہ اس کو مسلمانوں پر حکومت ملے۔ بھلا جب فرشتے موجود ہوں تو کوئی شیطان کی حکومت منظور کریگا؟ مگر معلوم نہیں کہ اہل شام کس قبیل کے مسلمان تھے۔ امام حسین علیہ السلام کی کفش برداری کی بھی یزید لیاقت نہیں رکھتا تھا۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ کجا عیسیٰ کجا دجال ناپاک۔ مگر امام صاحب کے موجود ہوتے ہوئے بھلے مانسوں نے یزید سے بیعت کر لی اور اُس پر بھی اکتفا نہ کی امام صاحب کی جان کے درپے ہوگئے آخر کس ظلم اور شقاوت سے آپ کو بچوں اور عزیزوں سمیت قتل کرایا۔ اگر اسلام ہمین است کہ ایں ہا دارند۔ وائے گر درپے امروز بود فردائے۔ پھر لطف یہ کہ اب تک ان اہل شام کے چیلے چاپڑوں سے جہان پاک نہیں ہوتا۔ کوئی تو یزید کو

بھی

پیغمبری تک پہونچا دیتا ہے۔ کوئی اُس کو خلیفہ برحق کہتا ہے۔ امام صاحب کو باغی قرار دیتا ہے۔ کوئی کہتا ہے (یشیخ ابوبکر بن عربی مالکی استاد امام غزالیؒ) اگر یزید امام صاحب کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرتا تب بھی میں اُس پر لعنت نہ کرتا کیونکہ وہ اولوالامر میں سے تھا، کوئی کہتا ہے امام حسینؑ اسی تلوار سے مارے گئے جو اُن کے نانا کی تھی۔ انشاءان لوگوں سے سمجھے، معلوم نہیں قیامت کے دن آنحضرتؐ کے سامنے یہ لوگ اپنا منہ کیسے بنائینگے۔ ہم تو یزید کو مع اُس کے معاونین جیسے شمر لعین، ابن زیاد، عمر بن سعد، خولی، سنان، وغیرہم کو ملعون اور مردود اور اشقی الخلق والخلیقہ جانتے ہیں، یزید سے بیعت تو کیا اگر ہم اُس کو پالیں تو اُس کے گوشت و پوست کے ٹکڑے کرکے چیل کوؤں کو کھلائیں۔ اُس وقت ہمارے دل کی کچھ تشفی ہوئی اور ہمارا غیظ قلب کسی قدر کم ہوگا۔ الف الف لعنت یزید پر اور الف الف یزید کے طرفداروں اور حامیوں اور تعریف کرنے والوں پر جو اُس کو خلیفہ یا اولوالامر میں سے سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کو اتنا وقوف نہیں کہ خلافت شرعی کوئی خالہ جی کا گھر ہے کہ جو زبردست ہوا اُس نے دبا لیا اور خلیفہ بن بیٹھا؟ ارے یارو خلافت صلحا اور عمائدین اور علماء اور فضلائے امت کے اتفاق اور مشورے سے منعقد ہوتی ہے یعنی یہ لوگ جس کو اہل قریش میں سے اس منصب عظمیٰ کے لائق پاتے ہیں تو اپنی خوشی سے نہ جبر و اکراہ سے اُس کو خلیفہ مقرر کرتے ہیں پھر اگر وہ شریعت کے خلاف عمل کرنے لگے یا عمائدین امت سے مشورہ لینا چھوڑ دے خودرائی اور استبداد اختیار کرے تو اسی وقت اُس کو معزول کردیتے ہیں۔ ایسا شخص جو قریشی ہو اور باتفاق وصلاح و مشورۂ عمائدین اور صلحاء امت مقرر ہوا ہو اُس کو خلیفہ کہہ سکتے ہیں۔ نہ ایرے غیرے نتھو خیرے پنج کلیان قاچار یا مغل یا افغان کو۔ یہ لوگ کبھی خلیفۂ شرعی نہیں ہوسکتے بلکہ قزل ارسلان کی طرح اگر شریعت کے تابع ہوں تو بادشاہ اسلام اور دنیاوی بادشاہ کہلائے جاسکتے ہیں" (انوار اللغۃ پ ۱۲ ص ۱۵۱)۔ پھر لکھتے ہیں" عبداللہ بن عمر نے کہا میں نے آنحضرتؐ کے بعد معاویہ سے زیادہ کوئی سخی یا حلیم بردبار نہیں دیکھا۔ لوگوں نے کہا کیا معاویہ عمر سے بھی بڑھ کر تھے؟ انھوں نے کہا عمر اُن سے بہتر تھے مگر سخاوت یا حلم میں معاویہ اُن سے بڑھ کر تھے۔ ان ہی دو باتوں یعنی سخاوت اور حلم کی وجہ سے لوگوں کے دل اُن کی طرف

۵ا

خون طلب کرتے ہیں۔ میں ان لوگوں کے ساتھ بصرہ جاتی ہوں کہ قاتلان عثمان سے قصاص لوں اگر تم بھی ہمارے ساتھ چلو تو مناسب ہے۔

حضرت ام سلمہ۔ (بہت تعجب اور حیرت ظاہر کرکے) اے دختر ابو بکر! آج تم عثمان کا خون طلب کرنے کھڑی ہوئی ہو! اور کل کی بات ہے کہ تم ہی سب سے زیادہ اُن پر غضبناک تھیں۔ سب لوگوں سے زیادہ تم ہی اُن سے دشمنی کرتی تھیں۔ اُن کو سوائے نعثل کے دوسرے نام سے پکارتی تک نہ تھیں۔ برابر کہا کرتی تھیں لعن اللہ نعثلا وقتل اللہ نعثلا (خدا اس یہودی یعنی عثمان پر لعنت کرے خدا اس یہودی یعنی عثمان کو قتل کرڈالے) اور برابر گالیاں دیتیں اور اُن کو کافر تک بناتی تھیں مگر آج اُنھیں عثمان کو امیر المومنین اور مقتول و مظلوم خلیفہ کہتی ہو؟۔ اور اپنے کو اُن کا صاحب تعزیت بناتی ہو؟ اور ایسے لوگوں سے موافقت کرتی ہو جو حضرت علی ابن ابیطالبؑ پر خروج کرتے ہیں؟ وہ علیؑ جو حضرت رسولخدا صلعم کے بھائی اور داماد اور فاطمۂ زہراؑ کے شوہر ہیں اور اہل روزگار میں مرتبۂ خلافت درایت و روایت اُنھیں کے لئے مسلم ہے۔ حالانکہ مدینہ کے تمام اصحاب مہاجرین والنصار نے اُن سے بیعت کرکے اُن کو مسلمانوں کا حاکم اور خلیفہ قبول کرلیا ہے۔ (اس طرح حضرت علیؑ کے بہت سے فضائل و کمالات و خصائل و خصائص و حالات حضرت ام سلمہ نے حضرت عائشہ سے بیان کئے)۔

حضرت عائشہ کے بھانجے عبداللہ بن زبیر باہر یہ باتیں سنتے تھے۔ وہ جناب ام سلمہ سے کہنے لگے "اے دختر ابو امیہ! ہمیں پہلے ہی سے معلوم ہے کہ تو آل زبیر سے دشمنی رکھتی ہے"۔

حضرت ام سلمہ۔ (اندر ہی سے بولیں) طلحہ اور حضرت علیؑ کی زندگی میں مہاجرین و انصار کیا تیرے باپ زبیر کی خلافت پر راضی ہوجائینگے؟۔ اور حضرت علیؑ جو ہیں وہ بقول پیغمبرؐ ہر مومن و مومنہ کے مولا اور ولی ہیں۔ اگر تو نے یہ حدیث نہیں سنی تو اپنی خالہ عائشہ سے پوچھ لے کہ انھوں نے بھی یہ حدیث سنی ہے یا نہیں۔ اور بہ تحقیق میں نے حضرت رسولؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ علی خلیفتی علیکم فی حیاتی و فی مماتی فمن عصاہ فقد عصانی یعنی علیؑ ہی میرے خلیفہ ہیں میری زندگی میں اور میرے مرنے کے بعد بھی جس نے اُن کی نافرمانی کی اُس نے میری بھی نافرمانی کی۔ اے عائشہ! بتاؤ تم نے حضرت رسولخدا صلعم سے یہ حدیث سنی تھی یا نہیں۔

حضرت عائشہ۔ بے شک میں نے سنی ہے۔ مجھے اس سے تو انکار ہی نہیں ہے۔

تبصرہ

حضرت ام سلمہ۔ اے عائشہ اُس امر سے جس سے رسول اللہؐ نے تم کو ڈرایا ہے اپنے دل میں خدا کا خوف کرو۔ اے عائشہ میں تم کو قسم دیتی ہوں بتاؤ کیا تم نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے نہیں سنا تھا کہ تھوڑے دنوں بعد اُس پانی کے کتے جسکو حوآب کہتے ہیں میری ایک بی بی پر بھونکیں گے۔ اور میری وہ بی بی ایک باغی گروہ کے درمیان ہوگی۔ یہ سنکر میرے ہاتھ میں ایک برتن تھا وہ مارے خوف کے چھوٹ پڑا تھا تو رسول اللہؐ نے میری یہ حالت دیکھ کر فرمایا تھا اے ام سلمہ! تم کو کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کی تھی یارسول اللہؐ! آپنے اپنی کسی بی بی کی جو حالت بیان کی اسی کو سنکر میرے حواس جاتے رہے کہ کہیں وہ بدبخت بی بی میں ہی نہ ہوں۔ تو حضرتؐ مسکرانے لگے اور پھر اے عائشہ تمھاری طرف مخاطب ہو کر حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اے حمیرا مجھے گمان ہے کہ وہ عورت تو ہی ہوگی۔

حضرت عائشہ۔ ہاں تم سچ کہتی ہو۔ یہ سب باتیں اسی طرح واقع ہوئی تھیں۔

حضرت ام سلمہ۔ اے عائشہ! تم طلحہ اور زبیر کے فریب میں نہ آؤ۔ اور اس کا وہم بھی نہ کرنا کہ حضرت علیؑ سے لڑنے کا جو وبال اور نکال تم پر خدا کی طرف سے نازل ہوگا اُس کو یہ لوگ تم سے دفع کر سکیں گے۔

یہ باتیں کر کے حضرت عائشہ حضرت ام سلمہ کے پاس سے واپس آئیں اور افسوس سب احادیث رسولؐ یاد دلائے جانے کے بعد بھی کسی کی پروا نہیں کی بلکہ حضرت علیؑ سے لڑنے کے لئے جانے کا پختہ ارادہ کر لیا اور مخالفین حضرت امیر المومنین کے ساتھ بصرہ کو روانہ ہو گئیں۔ روانگی سے پہلے ایک شخص کو حضرت عمر کی صاحبزادی جناب حفصہ زوجۂ رسول صلعم کے پاس بھی حضرت عائشہ نے بھیجا اور سفر بصرہ میں ہمراہ چلنے کی فرمائش کی۔ بی بی حفصہ رضامند ہو گئی تھیں مگر اُن کے بھائی عبداللہ نے اُن کو اس کام سے روک دیا۔ غرض کسی زوجۂ رسولؐ نے حضرت عائشہ کا ساتھ نہیں دیا" (روضۃ الاحباب جلد صہ وغیرہ)۔ مولوی وحید الزمان خانصاحب نے لکھا ہے "اقتلوا نعثلا اقتل اللہ نعثلا۔ حضرت عائشہ پہلے حضرت عثمان پر غصہ ہوئی تھیں اور خفا ہو کر مکہ چلی گئی تھیں۔ اسی طرح طلحہ اور زبیر بھی اُن سے برگشتہ تھے۔ اُس وقت یوں کہتی تھیں اس لُو کو نعثل کو مار ڈالو یعنی حضرت عثمان کو۔ اللہ نعثل کو مارے۔ پھر جب حضرت عثمان مارے گئے

اس

آپ نے پیشتر سے خبر دیدی تھی کہ ایک بی بی میرے خلیفۂ وقت سے لڑنے جائیگی اور حواب میں جاکر ٹھہرے گی۔ وہاں کے کتے اُس پر بھونکیں گے۔ کہتے ہیں حضرت عائشہ جب حواب پہونچیں تو انھوں نے یہی حدیث یاد کرکے لوٹ آنا چاہا! مگر تقدیر کا لکھا نہیں ٹلتا۔ آخر بصرہ پہونچیں اور وہاں جنگ میں مبتلا ہوئیں.. پہلی جھوٹی گواہی جو اسلام کے زمانہ میں دی گئی وہ ستر آدمیوں کی گواہی تھی۔ جب لوگ حواب کے چشمے پر پہونچے وہاں کے کتے اُن پر بھونکے۔ اُن کی صاحبہ یعنی حضرت عائشہ نے لوٹ آنے کا قصد کیا۔ کہنے لگیں میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے تم میں سے ایک بی بی پر حواب کے کتے بھونکیں گے۔ وہ میرے وصی علی ابن ابیطالبؑ سے لڑنے کیلئے نکلے گی۔ آخر ستر آدمیوں نے اُن کے سامنے گواہی دی کہ یہ چشمہ حواب کا چشمہ نہیں ہے اور یہ گواہی پہلی جھوٹی گواہی تھی جو اسلام کے زمانہ میں دیگئی" (انوار اللغۃ پ ۲ ص ۵۱)۔ مورخین نے لکھا ہے کہ اگرچہ حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر لڑنے اور مسلمانوں کی خونریزی کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ مگر حضرت علی مرتضیٰ کو پھر بھی مسلمانوں کے مقابلہ میں تلوار اٹھانا ناگوار تھا اور یہی چاہتے تھے کہ کسیطرح صلح ہو جائے۔ حضرت بار بار صلح کا پیغام بھیجتے رہے لیکن حضرت عائشہ کی طرف کوئی بھی سماعت نہیں کرتا تھا۔ غرض حضرت تین دن متواتر صلح و مصالحت کا پیغام حضرت عائشہ کو دیتے رہے۔ مگر کوئی نتیجہ مترتب نہیں ہوا تو چوتھے دن حضرت امیر المومنین خود لشکر سے باہر آئے اور طلحہ و زبیر کو باواز بلند طلب کیا اور پوچھا کہ اللہ اس لڑائی کی وجہ دریافت کریگا تو بتاؤ کیا جواب دوگے۔ انھوں نے جواب دیا وجہ یہ ہے کہ خلیفہ عثمان بن عفان کا قتل آپ ہی کے اشتعال سے ہوا ہے۔ حضرت امیر المومنین کو یہ سنکر غصہ آگیا اور آپ نے بگڑ کر فرمایا کہ آؤ ہم تم مباہلہ کرلیں، قبلہ کی طرف ہاتھ اوٹھا کر دعا کریں کہ ہم میں سے جس نے عثمان کا خون بہانے میں بلوائیوں کو تحریص و ترغیب کی ہو اُس پر خدا کا غضب نازل ہو تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ داغ ہم میں سے کس کی پیشانی پر ہے۔ مگر اُن لوگوں نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا اور الٹے چلے آئے۔ غرض جمادی الاخری ۳۶ھ کی شروع کی تاریخوں میں حضرت عائشہ اپنے اونٹ پر سوار ہوکر حضرت علیؑ سے لڑنے نکلیں۔ حضرت علیؑ نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ کیا خدا نے تم کو حکم نہیں دیا کہ اپنے گھر سے نہ نکلنا۔ اے عائشہ خدا سے

سفر

ڈرو اور توبہ کرو۔ اس پر بی بی صاحبہ بولیں کہ علیؑ کی حجتیں ایسی قوی ہیں کہ میں اُن کا جواب نہیں دے سکتی۔ یہ تو کہا مگر نتیجہ کچھ بھی نہ ہوا۔ اس موقع پر واشنگٹن ایرونگ نے لکھا ہے کہ آثار صلح دیکھ کر عائشہ متردد ہوئیں حضرت علیؑ کے معززانہ اعتبار پر طلحہ و زبیر نے کئی مرتبہ اُن سے ملاقات کی، انھوں نے جنگ نہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن صلح کی ہر کوشش اس فتنہ انگیز عورت کی بدولت ناکام رہی۔

جنگ جمل میں جناب امیرؑ کی ہدایتیں۔ حضرت نے جب دیکھا کہ اہل جمل کسی طرح مسلمانوں کی خونریزی سے باز نہیں آتے تو اپنی فوج کو سمجھانے اور ذکر حق کی ہدایت کرنے لگے۔ اُن میں سے بعض کلمات کے ترجمے یہ ہیں (۱) سپاہیو! خیال رکھو کہ اس جنگ سے تمھاری نیت صرف دشمن کا دفع کرنا ہو (۲) جب تک فریق مقابل کی طرف سے جنگ شروع نہ کی جائے تم لوگ بالکل نہ بولنا۔ بس خاموش دیکھتے رہنا کہ وہ کیا کرتے ہیں (۳) بھاگتے ہوئے کا پیچھا ہرگز نہ کرنا (۴) جو زخمی ہو جائے۔ یا بیمار ہو نیز عورتوں اور بچوں سے بالکل الگ رہنا اور ان کو ہرگز قتل نہ کرنا (۵) مقتولوں کے کپڑے نہ اتارنا (۶) جو صلح پیش کرے اُس کے ہتھیار نہ لینا اور نہ اُسے مارنا (۷) فتح کے بعد کوئی شخص کسی کے گھر میں ہرگز نہ گھسے نہ کسی کی کوئی چیز لے۔ جب حضرت عائشہ نے حضرت علیؑ کو دیکھا اور حضرت کی یہ گفتگو سنی تو اپنے نزدیک والوں سے کہنے لگیں "علیؑ کی طرف دیکھو کہ آج ان کے یہ سب افعال بالکل اُن افعال سے مشابہ ہیں جو رسول اللہؐ کے بدر کے روز تھے"۔ اور حضرت علیؑ نے حضرت عائشہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے عائشہ بہت ہی جلد تم پشیمان ہونے والی ہو (روضۃ الاحباب)۔ القصہ دشمن کی فوج نے امیر المومنینؑ کی فوج پر تیر برسانے شروع کر دیئے لیکن حضرت امیرؑ نے اپنے سرداروں کو جنگ شروع کرنے کا کوئی حکم نہیں دیا۔ لشکر کے بہادر زخمی ہو ہو کر فریاد کرتے تھے مگر اجازت نہ تھی کہ جواب دیتے۔ تھوڑی دیر کے بعد بعض نے چلا کر کہا یا امیر المومنین! ہمیں بھی جنگ کی اجازت دیجئے کہ دشمن کی شوخی حد سے گزرتی جاتی ہے حضرت نے خدا سے فریاد کی کہ اے معبود میں نے بہت عذر کئے اور ان لوگوں کو تجھ سے اور ظلم کرنے سے بہت ڈرایا۔ اب اس معاملہ میں تو میرا گواہ ہے۔ اس کے بعد حضرت نے زرہ پہنی تلوار اٹھائی دستار سر پر رکھی اور مخالف کی فوج سے فرمایا تم میری مخالفت نہ کرو، خدا سے ڈرو۔ مگر اُس طرف کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ حضرت کی طرف کے ایک غلام کو اُن لوگوں نے شہید کر دیا تو حضرت نے فر

کی

حضرت عائشہ ۔ (اس کا مطلب سمجھ گئیں اور کہا) اس دشمن خدا کو یہاں سے نکالو۔ مختصر یہ کہ جنگ جمل سے واپس ہو کر حضرت عائشہ پہلے مکہ گئیں اور حج کے زمانہ تک وہیں رہیں۔ پھر مدینہ آکر اپنے مکان میں رہنے لگیں۔ اور جب کبھی جنگ جمل کو یاد کرتیں اتنا روتیں کہ آپ کا دوپٹہ بھیگ جاتا۔ کبھی فرماتیں کاش میں جنگ جمل سے ۲۰ سال پہلے مر چکی ہوتی مگر کتاب مغازی ابن اسحاق سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص مسروق کہتا تھا کہ میں (حضرت علیؑ کی شہادت کے بہت دنوں بعد) حضرت عائشہ کے پاس گیا تو انھوں نے اپنے حبشی غلام عبدالرحمان کو بلوایا اور کہا اے مسروق تم جانتے ہو میں نے اس کا نام عبدالرحمان کیوں رکھا ہے؟ مسروق نے کہا نہیں ۔ حضرت عائشہ بولیں اس لئے کہ عبدالرحمن ابن ملجم نے حضرت علیؑ کو قتل کیا تھا۔ اس وجہ سے یہ نام عبدالرحمان مجھ کو بہت پسند ہے۔ حضرت عائشہ نے جناب امیرؑ و جناب سیدہؑ و حسنینؑ کے ساتھ جس درجہ مہربانیاں کیں اگر وہ سب لکھی جائیں تو ایک مستقل کتاب بھی کافی نہیں ہو سکتی۔ لبطور نمونہ صرف اور چند باتیں ملاحظہ ہوں۔ خود فرماتی تھیں کہ جب رسول اللہ بیمار ہوئے تو دوسری بیویوں سے میرے ہی گھر میں رہنے کی اجازت حاصل کی اور دو شخصوں پر سہارا کرکے یہاں آئے ۔ اُن میں سے ایک جناب عباس تھے۔ راوی سے جناب ابن عباس نے پوچھا کہ عائشہ نے یہ نہیں بتایا کہ دوسرا شخص کون تھا؟ کہا نہیں ۔ کہا مجھ سے سنو وہ علیؑ تھے (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۳۲ و مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۲۸) اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی ایسی عنایت حضرت علیؑ پر رہتی تھی کہ آپکا نام تک لینا یا رسول صلعم کی کسی قسم کی خدمت کا ذکر تک کرنا گوارا نہیں تھا! اور جہاں مجبوری پیش آجاتی تھی وہاں رجل آخر (دوسرے شخص) وغیرہ الفاظ کہہ کر ٹال جاتی تھیں۔ اب ذرہ اس کی وجہ بھی سن لیجئے کہ آپ حضرت کا نام کیوں نہیں لیتی تھیں۔ امام احمد بن حنبل نے لکھا ہے کہ فقال ابن عباس اتدری من ذالک الرجل ھو علی ابن ابی طالب ولکن عائشۃ لا تطیب بھا نفسا جناب ابن عباس نے فرمایا تم یہ جانتے ہو کہ وہ دوسرا شخص کون تھا جس کا نام حضرت عائشہ نے نہیں لیا؟ وہ حضرت علی ابن ابیطالب تھے۔ لیکن حضرت عائشہ سے یہ بات برداشت نہیں ہوتی تھی کہ جناب امیرؑ کا نام ان کی زبان پر جاری ہو (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۲۲۸) ۔ اب ذرہ صحیح بخاری کی روایات سے بھی اس کی تصدیق کر لیجئے فقال لی ھل تدری من الرجل الذی لم تسم عائشۃ قلت

حضرت

لاقال ھو علی ابن ابی طالب - جناب ابن عباس نے کہا وہ دوسرے شخص جن کا نام حضرت عائشہ نے نہیں لیا حضرت علیؓ تھے - اس کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے ولکن عائشہ لاتطیب نفسا لہ ولابن اسحاق فی المغازی عن الزھری ولکنھا لاتقدر علی ان تذکرہ بخیر - یعنی حضرت عائشہ کا نفس حضرت علیؓ کا ذکر کرنا کسی طرح برداشت ہی نہیں کرتا تھا اور زہری نے کہا ہے کہ عائشہ حضرت علیؓ کو بھلائی یا کسی خوبی کے ساتھ ذکر کرنے پر قادر ہی نہیں تھیں - (فتح الباری جلد ا ص۲۷۳) - جناب میرؓ پر حضرت عائشہ کی جو مہربانیاں رہتی تھیں اُن کے متعلق زمانہ حال کے شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی نے لکھا ہے "عائشہؓ علیؓ کو نیچا دکھانے کی تاک میں تھیں - علیؓ مسند خلافت پر جم کر بیٹھے بھی نہیں پائے تھے کہ قاتلان عثمان کا قصاص لینے کی غرض سے علیؓ پر فوج کشی کر بیٹھیں - گویا علیؓ نے عثمان کو قتل کیا یا کرایا ہے - ہمارے ملک میں عورتوں کا ایک طبعی خاصہ تریاہٹ اور ایک تریا چرتر بھی مانا گیا ہے - تو وہی بات ہم... عائشہؓ میں پاتے ہیں" (امہات الامۃ صفحہ ۱۹) پھر جنگ جمل کا ذکر کرتے ہوئے موصوف نے لکھا ہے "لوگوں نے ام المومنین حضرت عائشہ کے ہودج پر اس قدر تیر بارانی کی کہ سارا ہودج تیروں سے چھلنی ہو گیا اور ایک بے ادبے تو یہاں تک جرأت کی کہ ان کے اونٹ کے پیروں پر تلواریں ماریں - اونٹ بیٹھا تو ام المومنین ہودج سمیت نیچے گر پڑیں - حضرت علیؓ کو خبر ہوئی تو وہ اس موقع پر تشریف لائے اور ام المومنین کو دوسرے اونٹ پر سوار کر کے حفاظت و امن کے ساتھ مدینہ پہونچا دیا - یہ بھی علیؓ ہی کا حوصلہ تھا اور ان کی مسلمہ شجاعت کو یہی شایاں تھا کہ انھوں نے عائشہؓ کے مغلوب ہوئے پیچھے ان کے ام المومنین ہونے کا پاس کیا .. عثمانؓ اپنی بیجا اور تحکمانہ اور خودسرانہ کارروائیوں کی وجہ سے قتل کے تو نہیں عزل کے متوجب ضرور تھے ایک - اور چونکہ بات مردوں میں ہو رہی تھی عائشہؓ کو اس میں دخل در معقولات مناسب نہ تھا - اور دخل بھی ایسا دخل کہ کشت و خون میں شریک مگر وہی قصہ کی یاد با وجود اتنے انقلابات کے کانٹے کی طرح ابھی تک ان کے دل میں کھٹکتی تھی اور خاص کر علیؓ کی طرف سے ان کا بطون صاف نہ تھا اسی کو ہم نے تریاہٹ سے تعبیر کیا ... ان لوگوں سے صحابہ کی باہمی رنجش کی معقول توجیہ کرتے نہ بن پڑی تو سرے سے رنجش ہی کا انکار (انکار بداہۃ) کر بیٹھے کہ ان

of a man and abused the claims of a prophet. A special revelation dispensed him from the laws which he had imposed on his nation; the female sex, without reserve, was abondoned to his desires; and this singular prerogative excited the envy, rather than the scandal, the veneration, rather than the envy, of the devout Musalmans. If we remember the seven hundred wives and three hundred concubines of the wise Solomon, we shall applaud the modesty of the Arabian, who esponsed no more than seventeen or fifteen wives; eleven are enumerated who occupied at Medina their seperate apartments round the house of the apostle, and enjoyed in their turns the favour of his conjugal society. What is singular enough, they were all widows, excepting only Ayesha, the daughter of Abubekr. She was doubtlass a virgin, since Mahomet consummated his nuptials (such is the premature ripeness of the climate) when she was only nine (9) years of age. The youth, the beauty, the spirit of Ayesha gave her a superior ascendant; she was beloved and trusted by the prophet; and after his death, the daughter of Abubekr was long

revered as the mother of the faithful.

Her behaviour had been imbiguous and indiscreet; in a nocturnal march, she was accidentally left behind; and in the morning Ayesha returned to the camp with a man. The temper of Mahomet was inclined to jealousy; but a divine revelation assured him of her innocence; he chatised her accusers, and published a law of domestic peace that no woman should be condemned unless four male witnesses had seen her in the act of adultery[126]....................

A more serious and decent excuse may be drawn from his fidelity to

"126. In a memorable case, the Caliph Omer decided that all presumptive evidence was of no avail; and that all the four witnesses must have actually seen stylum in pyxide. (Abulfedae Annales moslemici p. 71 Vers Reiske)".

A footnote of the same book.

ط

of the faithful as the vicars and successors of the apostle of God.
The birth, the alliance, the character of Ali, which exalted him above the rest of his countrymen, might justify his claim to the vacant throne of Arabia.

The son of Abu Taleb was, in his own right, the chief of the family of Hashem, and the hereditary prince or guardian of the city and temple of Mecca. The light of prophecy was extinct, but the husband of Fatema might expect the inheritence and blessing of her father; the Arabs had sometimes been patient of a female reign; and the two grandsons of the prophet had often been fondled in his lap and shown in his pulpit, as the hope of his age and the chief of the youth of paradise. The first of the true beleivers might aspire to march before them in this world and in the next; and, if some were of a grave and more rigid cast, the zeal and virtue of Ali were never outstripped by any recent proselyte. He united the qualifications of a poet, a soldier, and a saint; his wisdom still breathes in a

سن کر

collection of moral and religious sayings;[128] and every antagonist, in the combats of the tongue or of the sword, was subdued by his eloquence and valour. From the first hour of his mission to the last rites of his funeral, the apostle was never forsaken by a generous friend, whom he delighted to name his brother, his vicegerent, and the faithful Aaron of a second Moses. The son of Abu Talab wards reproached for neglecting to secure his interest by a solemn declaration of his right, which would have silenced all competition and sealed his succession by the decrees of heaven. But the unsuspecting hero confided in himself; the jealousy of empire, and perhaps the fear of opposition, might suspend the resolutions of Mahomet; and the bed of sickness was besieged by the artful Ayesha, the daughter of Abubeker and the enemy of Ali."

128. Ockley (at the end of his second volume) has given an English version of 169 sentences, which he ascribes, with some hesitation, to Ali, the son of Abu Taleb. His preface is coloured by the enthusiasm of a translator; yet these sentences delineate a characteristic, though dark, picture of human life.

ہیں

حالات پر متوجہ کرینگی جو مسلمانوں کے لیڈر اور آنحضرت کے قائم مقام گذرے ہیں۔
علیؑ کی ولادت ان کے تعلقات ان کی چال چلن جو انھیں تمام عرب والوں پر ترجیح دیتی ہیں ان کے حق کو عرب کے خالی مسند کے لئے موزوں بتاتی ہیں۔ ابوطالب کے بیٹے اپنے ذاتی حقوق کے لحاظ سے سردار خاندان بنی ہاشم اور موروثی بادشاہ اور شہر مکہ کے علاوہ خانہ کعبہ کے محافظ اور اس معبد کے متولی تھے۔ پیغمبر خدا کی روشنی گل ہو چکی تھی (یعنی حضرت رسولخدا صلعم کا انتقال ہو چکا تھا) لیکن فاطمہ کے شوہر کو فاطمہ کے باپ کی وراثت اور دعا اور خصوصیت و شرف) کی توقع ہو سکتی تھی۔ عرب اکثر اوقات عورتوں کی حکومت سے راضی رہے ہیں۔ رسولخدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے دونوں نواسوں کو اپنی گود میں پالا تھا اور منبر پر سے لوگوں کو (بارہا) دکھا دیا اور انھیں یہ سنا دیا تھا کہ یہ سردار جوانان بہشت[۱] اور حضرت کی زندگی کی تمنا اور سہارا ہیں۔ حضرت کے ابتدائی سچے پیرو (یعنی وفادار صحابہ) اس امر کی تمنا رکھتے تھے کہ اس دنیا میں اور اس کے بعد آخرت میں بھی انھیں (حسنین) کے پیچھے چلیں اور ان کے دامن سے تمسک کئے رہیں۔ اگر بعض پیرو سخت اور کڑے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے تاہم علیؑ کے فضائل اور ان کی ہمت پر کوئی جدید الاسلام شخص سبقت نہیں حاصل کر سکتا تھا کیونکہ آپ میں وہ تمام اوصاف جمع تھے جو ایک اعلیٰ پایہ کے شاعر، سپاہی۔ ولی اور مذہبی پیشوا و سردار میں ہونے چاہئیں ان کی عقل اب تک اخلاقی ضرب الامثال سے ظاہر ہوتی ہے اور ان کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مقولے ابھی تک اخلاقی اور مذہبی ذخیروں کی منزلت رکھتے ہیں[۲] اور ان کا ہر دشمن خواہ وہ تلوار سے لڑے یا زبان سے مقابلہ کرے علیؑ کی جرأت اور فصاحت سے ہمیشہ مغلوب ہی ہوا کیا۔ دعوت اسلام کی ابتدائی حالت سے حضرت رسولخدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تجہیز و تکفین کی آخری خدمات تک اس عالی ہمت اور وفادار و جاں نثار شفیق دوست نے رسولخدا صلعم کو کسی وقت نہ چھوڑا۔ رسولؐ نے اسے خوشی سے اپنا بھائی۔ ولیعہد اور دوسرے موسیٰ کا ہارون

[۱] مشہور حدیث متفق بین الفریقین الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ کی طرف اشارہ ہے (تاریخ الخلفاء مطبوعہ دہلی ص ۱۲۰)۔ [۲] اوکلے اپنی دوسری جلد کے آخر میں ۱۶۹ جملوں کا انگریزی ترجمہ دیتا ہے جس کو

کہ

داوران کے مثل اپنا وصی ۔ وو زیر و خلیفہ) کہا ۔ فرزند ابو طالب کو لوگوں نے آخر میں طعنہ دیا کہ اپنی حقیت حاصل کرنے کے لئے انھوں نے اپنے حقوق کا اعلان نہیں کیا جس سے کل رقابت ختم ہو جاتی اور خدائی فیصلہ کے مطابق آپ کی ولیعہدی اور خلافت پر مہر ہو جاتی لیکن اس بے نفس اور غیر متوہم مرد میدان اور مقدس ہیرو نے اپنے مسلم حقوق پر بھروسہ کر لیا سلطنت کا حسد اور رقابت و مخالفت کا خوف ممکن تھا کہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ارادے کو معلق رہنے دیتا کیونکہ رسول (صلعم) کے بستر علالت کو پرفن عائشہ نے محصور کر رکھا تھا جو ابوبکر کی تو بیٹی مگر علیؑ کی دشمن تھیں ۔“

مورخ گبن کی عبارت کا ترجمہ تمام ہوا جس میں آخری جلی خط کا جملہ خاص توجہ اور غور و تامل سے دیکھنے کے قابل ہے ۔ کیونکہ یہ عبارت نہ کسی شیعہ کی ہے نہ کسی مخالف فرقہ اہلسنت کی بلکہ ایک غیر مسلم شخص کی ہے جسکو اسلام کے اندرونی مناقشات سے کوئی تعلق نہیں تھا اور نہ کسی طرح ہو سکتا تھا ۔ اس صریح اعلان کے بعد تو اب اس امر کی تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ حضرت عائشہ جناب امیر المومنین امام المتقین علیؑ ابن ابی طالب علیہ الصلوۃ والسلام پر کیوں اس درجہ مہربان رہتیں کہ آپ کا نام تک نہ لے سکتی تھیں اور جب ایسا موقع پیش آتا تو رجل آخر وغیرہ کہہ کر ٹال جایا کرتیں ۔

انسائکلوپیڈیا کی زریں رائے جب سلسلہ کلام یہاں تک پہونچا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک اور مشہور انگریزی کتاب مسمی بہ انسائکلوپیڈیا بریٹینکا (ڈکشنری علوم و فنون وادب عامہ) سے بھی ایک عبارت کا ترجمہ نقل کر دیا جائے جس میں انھیں حضرت عائشہ کی شفقت بر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی طرف بھی اشارہ ہے ۔ کتاب مذکور مطبوعہ انگلینڈ کی جلد ۱۱ صفحہ ۸۰۵ میں (جناب امام ”حسن و حسین“ (علیہ السلام) کا عنوان قائم کر کے ان حضرات

(بقیہ حاشیہ ۱۸۸) وہ کچھ تردد کے ساتھ علی ابن ابیطالب کے مقولے بیان کرتا ہے ۔ اس کا دیباچہ ایک مترجم کے جوش سے رنگین ہے ۔ تاہم یہ مقولے انسانی زندگی کے فوٹو کو ظاہر کرتے ہیں اگرچہ وہ سیاہ ہی ہیں ۔ ۱۲ منہ

جا رہے ہیں ۔

دکھائے جاتے ہیں اور اختتام اس طرح ہوتا ہے کہ شہدا کے تابوت یا ضریح کھلے میدان میں عموماً گورستان یا ساحل دریا کے قریب کے مقامات کی طرف لے جاتے ہیں ۔

علیؑ اور ان کے دودمان کی حمایت اہل ایران نے نہایت سرگرمی سے اختیار کی جنھوں نے بزور اسلام قبول کیا تھا مگر سنیوں کے مذہب سے سخت نفرت رکھتے تھے ۔ اس گروہ کا نام شیعہ (خاص فرقہ کے لوگ) ہے اور ان کی اور سنیوں کی عداوت نے جو یہود و غیر یہود اور سمیٹک (نسل سام ابن نوح) اور آریہ نسلوں کی عداوت کو یاد دلاتی ہے ۔ اسلام میں ایک ناقابل اصلاح رخنہ ڈال دیا ہے ۔"

اس عبارت میں ہماری غرض اسی جملہ سے متعلق ہے " عائشہ نے علیؑ کی سخت مخالفت کی تھی" یہی اس کی وجہ کہ حضرت علیؑ نے جناب معظمہ کی بے عصمتی کے اتہام کو سماعت کیا تھا تو جس طرح حضرت رسول خدا صلعم نے وہ اتہام سنا بالکل اسی طرح حضرت علیؑ نے بھی سن لیا ۔ حضرت اپنے کان کو بند کیونکر رکھ سکتے تھے؟ ۔

حضرت عائشہ کی عنایتیں جناب امیرؑ پر ان کی زندگی میں ایک منٹ کے لئے بھی موقوف نہیں ہوئیں ۔ جب آپ کو جناب امیرؑ کے شہید ہو جانے کی خبر ملی تو خوشی سے جھوم جھوم کر یہ اشعار گانے لگیں ؎ فالقت عصاها واستقر بها النوی ۔ کما قر عینا بالایاب المسافر ۔ اب اس نے اپنا عصا رکھ دیا اور اس کو جائے اطمینان مل گئی ۔ جس طرح مسافر اپنی جگہ واپس پہونچ کر ہر طرح مطمئن ہو جاتا ہے ۔ (حیوۃ الحیوان از علامہ دمیری مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۱۲)

یعنی جس طرح مسافر کا دل اپنی منزل پر پہنچ کر خوش ہو جاتا ہے اسی طرح میرا دل بھی اب علیؑ کے قتل سے مطمئن ہو گیا ۔ القاء عصا کنایہ ہے حصول اطمینان سے ۔ محاورۂ عرب ہے کہ جب کوئی شخص جائے اطمینان پر پہنچ جاتا ہے اور اس کے کل امور درست ہو جاتے ہیں تو وہ اپنا عصا وہاں رکھ کر بیٹھ جاتا ہے اور کہا جاتا ہے انہ القا عصاہ یعنی اس نے اپنا عصا ڈال دیا ۔ اس سے جناب عائشہ کا شہادت جناب امیرؑ پر خوش و مسرور ہونا جس درجہ واضح ہوتا ہے اس کی تفصیل ضروری نہیں معلوم ہوتی ۔ جنگ جمل میں شکست

مجھے

کھانے کا جو صدمہ ہوا تھا وہ آج جاتا رہا اور جناب امیر المومنینؑ کے مسند رسولؐ پر بیٹھے رہنے اور ارشاد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھنے سے آپکے دل کی جو حالت ہوتی رہتی تھی اُس کا اب پورا علاج ہو گیا۔ کسی ایک لفظ کا بھی نہیں ملتا جو جناب امیرؑ کی شہادت پر آپ کی زبان سے افسوس تک ظاہر کرنے کا نکلا ہو حالانکہ بہت سے صحابہ اور صحابیہ کی موت پر آپ صرف روئیں ہی نہیں بلکہ مرثیہ کے طور پر اشعار بھی پڑھے ہیں اور سوگ نشینی کی صورت بھی اختیار کی ہے۔ مگر حضرت رسولخدا صلعم کے ابن عم اور داماد اور نفس اسکے مستحق کس وجہ سے ہو سکتے تھے؟ پھر آپ حضرت عائشہ کیونکر رہتیں؟۔

جناب امیرؑ کی شہادۃ پر خوشی اور اطمینان

انسانیت کا مقتضٰی یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی سے عداوت ہے تو اُس کے دنیا سے اُٹھ جانے کے بعد وہ عداوت ختم ہو جائے اور اب اُس کے ساتھ وہ برتاؤ نہ کیا جائے جو اُس کی زندگی میں کیا جاتا تھا۔ مگر افسوس حضرت رسولخدا صلعم اور آپکے مخصوص اعزہ اس انسانی اخلاق کے سلوک سے بھی ہمیشہ محروم رکھے گئے۔ حضرت حمزہؑ کی شہادت پر معویہ کی ماں ان کی لاش پر گئی، ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبا گئی۔ لیکن گلے سے اُتر نہ سکا۔ اس وجہ سے اُگل دینا پڑا۔ تاریخوں میں ہند کا لقب جو جگر خوار لکھا جاتا ہے اسی بنا پر لکھا جاتا ہے (سیرۃ النبی جلد ۱ صفحہ ۳۲۸)۔ حضرت عائشہ کو جناب امیرؑ کی لاش تو نہیں ملی کیونکہ موصوفہ ملک حجاز شہر مدینہ میں تھیں اور جناب امیرؑ ملک عراق شہر کوفہ میں شہید ہوئے۔ آپ وہاں پہنچتیں کیونکر تیز رفتار سواری بھی ۱۸ - ۲۰ روز سے کم میں شاید ہی جا سکے۔ اس سبب سے جب آپ کو نفس رسولؐ کے دنیا سے اُٹھ جانے کی خبر ملی تو خوشی و اطمینان کے گیت گانے لگیں جیسا اوپر حیواۃ الحیوان سے نقل کیا گیا۔ یہ واقعہ اس درجہ طشت از بام ہوا کہ اس کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی مگر مورخین اسلام نے حضرت عائشہ کی خوشی و اطمینان کی تصویر کھینچ دینے کے لئے اس کو نہایت اہمیت سے اپنی کتابوں میں درج کیا۔ امام المورخین علامہ طبری نے اپنی تاریخ مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۸۷ میں اور علامہ ابن اثیر جزری نے اپنی تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۵۸ میں بھی اس واقعہ اور جناب عائشہ کے گیت گانے کو تفصیل سے لکھا ہے۔ علامہ طبری کی عبارت یہ ہے ولما انتھی الی عائشۃ قتل علی رضی اللہ عنہ قالت ۔

سے

ایشاں لمعات شرح مشکوۃ در عربی واشعۃ اللمعات در فارسی وشرح سفر السعادۃ واخبار الاخیار ومدارج النبوۃ وما ثبت بالسنۃ است الخ۔ یعنی ابو المجد شیخ عبد الحق بن سیف الدین بن سعد اللہ ترک دہلوی۔ ان کی تصنیف کردہ کتابوں سے عربی زبان میں لمعات شرح مشکوۃ اور فارسی میں اشعۃ اللمعات وشرح سفر السعادۃ واخبار الاخیار ومدارج النبوۃ وما ثبت بالسنۃ ہیں (اتحاف النبلاء)

حضرت امیر المومنینؑ کو کس نے قتل کیا تھا؟

اگرچہ اس وقت یہ بحث ہے کہ حضرت عائشہ کی مہربانیاں خاندان رسولؐ پر کیسی تھیں۔ مگر شہادۃ حضرت امیر المومنینؑ کے وقت موصوفہ کی خوشی وشادمانی کا ذکر آگیا ہے اس وجہ سے جملہ معترضہ یا غیر متعلقہ کے طور پر یہ بھی سن لیجئے کہ مشہور یہ ہے کہ حضرت کو عبد الرحمٰن ابن ملجم نے قتل کیا لیکن خود ۴۰ھ میں لوگ معاویہ اور بنی امیہ کو حضرت کا قاتل سمجھتے تھے اور معاویہ کے گویا منہ پر کہہ دیا تھا کہ تم ہی نے حضرت کو قتل کیا ہے چنانچہ حضرت کی شہادۃ پر حضرت کے مشہور صحابی ابو الاسود دئلی نے حضرت کا مرثیہ اس طرح کہا تھا۔

الا ابلغ معاویۃ بن حرب فلا قرت عیون الشامتینا * افی شہر الصیام فجعتمونا * بخیر الناس طرا اجمعینا * قتلتم خیر من رکب المطایا * وذللہا ومن رکب السفینا * ومن لبس النعال ومن حذاہا۔ ومن قرأ المثانی والمبینا * اذا استقبلت وجہ ابی حسین۔ رأیت البدر راع الناظرینا * لقد علمت قریش حیث کانت۔ بانک خیرہا حسبا ودینا۔

ہے کوئی شخص جو معاویہ بن حرب کو میرا پیغام پہونچا دے کہ حضرت علیؑ کی شہادت پر شماتت کرنے والوں کی آنکھوں کو خدا کبھی ٹھنڈی نہ رکھے۔ ماہ صیام ایسے مبارک مہینہ میں تم لوگوں نے ہم لوگوں کو اس بزرگ کے ماتم میں بٹھا دیا جو دنیا کے سب لوگوں سے بہتر اور افضل واعلیٰ تھے۔ تم لوگوں نے اس بزرگ کو قتل کر دیا جو عالی نژادوں پر چڑھنے والوں۔ اور سواریوں کو ہنکانے والوں اور کشتیوں پر سفر کرنے والوں غرض سب لوگوں ہی سے بہتر واشرف تھے۔ اور ان لوگوں سے بھی افضل تھے جو جوتیاں پہنتے اور جو ان کو پہن کر راستہ چلتے تھے اور جو ان سوروں کو بھی پڑھتے تھے جو دو دو مرتبہ پڑھی جاتی ہیں اور ان سوروں کو بھی جن میں سو آیتوں سے زیادہ یا جو واضح ہیں۔ جب تم حضرت امام حسینؑ کے پدر بزرگوار کا چہرہ دیکھنے کا ارادہ کرو گے تو دیکھو گے کہ چودھویں رات کا چاند نکلا ہوا ہے جو دیکھنے والوں کو نہایت خوشنما معلوم ہو رہا ہے۔

آگاہ

(اب ابوالاسود دئلی حضرت امیرالمومنینؑ کو خطاب کرکے کہتا ہے) قریش کے لوگ جہاں کہیں ہوں اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ اے امیرالمومنینؑ آپ حسب ونسب اور دین و مذہب میں اُن سب سے اچھے ہیں (تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد ۶ ص۸۶) - تاریخ طبری تیسری صدی ہجری میں لکھی گئی ہے اور اسلام کی بہت قدیم اور معتبر تاریخوں سے ہے۔ اس نے ابوالاسود دئلی کا یہ مرثیہ درج کرکے بتا دیا کہ حضرت کی شہادت پر ہی حضرت کے صحابی نے حضرت کا قاتل معویہ وغیرہ کو قرار دیا اور علانیہ اس کے اشعار پڑھے جو زبان زد ہو گئے - اور یہ اشعار واقعات کے اتنے مطابق تھے کہ نہ کسی نے ابوالاسود کی تکذیب کی نہ کسی نے رد کی - نہ معویہ وغیرہ نے اس کی وجہ سے ان کو کوئی سزا دی اور سب خاموشی سے ان اشعار کو برابر سنتے رہے - یہاں تک کہ اس زمانہ میں بھی جو کتابیں چھپ رہی ہیں ان میں یہ اشعار موجود ہیں - معلوم نہیں کیا مصالح تھے کہ حضرت رسولخداؐ نے حضرت عائشہ کے بارے میں ایک حیرت خیز جملہ یہ بھی ارشاد فرمایا تھا عن ابن عمر قال خرج رسول اللہؐ من بیت عائشۃ فقال راس الکفر من ھھنا من حیث یطلع قرن الشیطان یعنی ایک دفعہ حضرت رسولخدا صلعم حضرت عائشہ کے گھر سے برآمد ہوئے تو فرمایا کفر کا سر اسی جگہ سے ہے جہاں سے شیطان کے سر کا کونا نمودار ہو گا (صحیح مسلم جلد ۲ ص۲۹۴) جناب سیدہؑ و جناب امیرؑ دنیا سے اُٹھ گئے - اور جناب عائشہ کو اطمینان کامل ہو گیا - اب تو کوئی نہیں ہے جن پر بھی آپ کو خاص مہربانی کی ضرورت ہو - امام حسنؑ و امام حسینؑ رہ گئے تھے جو آپ کو نانی کہتے ہوں گے - اُن سے آپ کو اپنا برتاؤ بزرگ اور خرد کا رکھنا چاہیئے تھا مگر افسوس تاریخ کے اوراق کچھ اور ہی باتوں کا پتا دیتے ہیں - جب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کے زہر سے وفات پائی تو علامہ ابن جوزی کی کتاب تذکرۃ خواص الامہ و تاریخ ابوالفداء و روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب وغیرہ میں ہے کہ امام حسنؑ کے لئے ایک قبر حضرت رسولخدا صلعم کی قبر کے قریب کھودی گئی اور حضرت کا جنازہ وہاں لاکر رکھا گیا تو دفن سے پہلے حضرت عائشہ کو اس واقعہ کی خبر لگ گئی - وہ فوراً ایک خچر پر سوار ہو کر اُس مقام پر پہونچ گئیں اور کہنے لگیں کہ گھر میرا ہے میں تو دفن نہیں ہونے دوں گی - (دیکھو کتاب روضۃ المناظر و غیرہ

حسینؑ

اس نئی راہ کو اختیار کیا۔ اسی طرح یزید اور یزید کے ساتھ بہت سے مسلمانوں نے جو خلیفہ اول خلیفہ دوم ومعویہ کے ماننے والے تھے امام حسینؑ کے قتل کا بیڑا اٹھالیا تو وہ ایسی دنیا میں پرورش ہی کئے گئے تھے جس سے نکلنے کے بعد آدمی جامۂ انسانیت اتار کر درندوں کی خصلت اختیار کر لیتا تھا البتہ تعجب اُن لوگوں پر ہوتا ہے جو حضرت رسولخدا صلعم کے زمانہ میں موجود تھے۔ حضرت کی حضوری کا شرف رکھتے تھے۔ حضرت کی صحابیت کی عزت حاصل کئے ہوئے تھے۔ حضرت کے اقوال واحادیث کو اپنے کانوں سے سنا تھا۔ حضرت کی عملی تاکیدات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ حضرت کے برتاؤ کا خود مشاہدہ کیا تھا۔ حضرت کی اس اذیت کو جانتے تھے جو ان حضرات کے دکھ اور رنج سے حضرت کو پہونچتی تھی۔ حضرت کی اُس مصیبت سے واقف تھے جو جناب سیدہؑ و جناب امیرؑ وامام حسنؑ وامام حسینؑ کی دل آزاری سے حضرت پر نازل ہوتی تھی۔ وہ ان کے ان حقوق سے بھی اچھی طرح مطلع تھے جو حضرت رسول صلعم کے بتا دینے سے مسلمانوں پر قائم اور ثابت ہو چکے تھے۔ وہ رسولؐ کی مکہ کی ۱۳ سالہ اور مدینہ کی ۱۱ سالہ زندگی کی ہر حرکت وسکون سے اچھی طرح آگاہ تھے باوجود اس کے وہ سب کیا جس کے بارے میں کسی نے کہہ دیا ہے سہ ایچ کافر نہ کند آنچہ مسلمان کروند۔ حضرات اہلسنت کے پیشوائے اعظم جناب مولوی وحید الزمان خانصاحب حیدرآبادی نے خوب لکھا ہے" یا اللہ ہم گنہگاروں کو بھی اُن کا طفیلی بنا کر حوض کوثر سے سیراب کر دیجیو۔ جس وقت آنحضرتؐ اور حضرت علیؓ دونوں صاحب حوض کوثر پر کھڑے ہوں گے۔ اُس وقت معلوم نہیں وہ لوگ اپنا منہ کیسے دکھائیں گے جو دنیا میں حدیث شریف کو چھوڑ کر دوسرے الغتوں کے قول فعل قیاس پر چلتے رہے۔ یا حضرت علیؓ اور دونوں شہزادوں امام حسنؑ وامام حسینؑ علیہما السلام سے بغض اور عداوت رکھتے رہے۔ کہتے رہے یزید خلیفہ برحق تھا۔ اور امام حسینؑ اس سے ناحق لڑے۔ بعضے مردود آپ کو باغی قرار دیتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم اہلحدیث تو دنیا اور آخرت دونوں میں حضرت علی اور حسنین علیہما السلام کے ساتھ ہیں اور جو ان کا دشمن ہے اُس سے لڑنے اور مرنے کو طیار ہیں۔ یا اللہ ہمارا حشر اہل بیتؑ کے غلاموں اور کفش برداروں میں کر اور یزید اور یزیدیوں سے ہم کو دور رکھ آمین یا رب العالمین" (انوار اللغۃ پارہ ۹ ص۳۱)

ممدوح ایسے پیشوائے اہلسنت قاتلان امام حسینؑ کو مسلمان بھی نہیں	قاتلان امام حسینؑ مسلمان نہیں تھے

تفسیر انوار القرآن
اردو زبان میں شیعوں کی کوئی ایسی تفسیر نہیں تھی جو مخالفین کی کتابوں کے حوالہ سے لکھی گئی ہو اور جس میں یہ ثابت کیا گیا ہو کہ بمقابلہ دوسرے مذہبوں کے شیعہ ہی حق پر ہیں ایسی جامع مفصل و محققانہ اردو تفسیر قرآن کی مدت سے قوم محتاج تھی۔ ایک عالم متبحر اور مجتہد جلیل القدر نے ایسی عظیم الشان تفسیر تحریر فرمائی۔ جلد اول مقدمات عمر۔ جلد دوم تفسیر بسم اللہ و سورہ الحمد عمر تفسیر سورہ بقرہ جلد اول ے جلد دوم ے جلد سوم ے

تاریخ ائمہ
جسمیں حضرات انبیاء کرام کے مختصر اور ائمہ طاہرین کے مفصل حالات زندگی اور علمی و عملی نیز دینی و دنیوی کارنامے کمال تحقیق سے جمع کئے گئے ہیں اسکے ساتھ ائمہ طاہرین کی ازواج و اولاد و اصحاب کے بھی نہایت معرفت خیز حالات لکھے گئے ہیں علم دوست حضرات نے تسلیم کر لیا ہے کہ اس کتاب میں گویا دریا کو کوزے میں بند کیا گیا ہے۔ جناب آقا سید سبط نبی صاحب قبلہ مجتہد العصر اعلی اللہ مقامہ شیعہ ڈین مسلم یونیورسٹی علیگڈھ نے اس کتاب کو اس درجہ پسند فرمایا کہ اسے علیگڈھ کالج و اسکول کے شیعہ طلبا کے نصاب تعلیم میں داخل کرا دیا۔ کاغذ لکھائی چھپائی اعلیٰ درجہ کی ضخامت ۸۰۰ صفحہ قیمت ۸ ہے

جوہر قرآن
جس میں اسلام کے ۷۳ فرقوں میں صرف ایک نجات پانیوالے فرقہ کی تعیین کے متعلق ایک محقق سنی عالم اور ان کی ذی علم شیعہ بی بی کی [illegible] مہذب اور محققانہ بحثیں درج کر کے زیادہ تر یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ خود خدا کریم کی کتاب مبارک (قرآن مجید) اصول و فروع دین یعنی کل اعتقادات اور جملہ اعمال میں مذہب اہلسنت کو حق کہتی ہے یا مذہب شیعہ کو۔ ۸۰۰ صفحہ کی اس کتاب میں سنی و شیعہ کے کل اختلافات پر کمال تحقیق و جامعیت سے تبصرہ کر کے صراط مستقیم بالکل واضح کر دیگئی ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی سب اعلیٰ درجے کی قیمت ے ضخامت ۸۰۰ صفحے۔

حضرت ابوبکر
حضرت ابوبکر کی سوانح عمری بڑی تحقیق و جامعیت سے لکھی اور شائع کی گئی ہے جسکے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں ممدوح کے مفصل حالات ہجرت تک شائع ہوئے ہیں لکھائی چھپائی عمدہ ۲۸۰ صفحات قیمت ۱۲

سوانح عمری حضرت عمر حصہ اول و دوم
مولوی شبلی صاحب نعمانی نے الفاروق لکھ کر حضرت عمر کو صرف خلیفہ رسول ہی نہیں بلکہ حضرت رسول خدا سے بھی افضل و اعلیٰ بلکہ حضرت کا استاد تک ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا تھا۔ شدید ضرورت تھی کہ حضرت عمر کی بھی تصویر نمایاں کی جائے اس وجہ سے دفتر اصلاح نے ۸۰۰ صفحے کی یہ عظیم الشان سوانح عمری شائع کر کے حضرت عمر کے کل کارناموں کی دھجیاں اڑا دی ہیں مذہب شیعہ کی حقیت ثابت کرنے کے لئے بہترین ذریعہ ہو گیا ہے۔ حضرت ام کلثوم کی شادی کے افسانے کی بھی ایسی تحقیق کی گئی ہے جس سے اس کا بالکل غلط اور خلاف عقل ہونا مثل آفتاب روشن ہو گیا ہے۔ کاغذ سفید لکھائی چھپائی سب اعلیٰ درجے کی قیمت ہر دو حصہ ے

مشعل ہدایت
جناب حاجی سید ظہار حسین صاحب بی اے مجسٹریٹ پنشنر کھجوا کی تحقیقی کتاب ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ خدا نے اپنے کلام پاک میں رسول خدا اور ان کے آل و اصحاب کے لئے کیا فرمایا ہے اور قرآن مجید سے آل اطہار کا کیا پایہ ثابت ہے اور اصحاب کس مرتبہ پر فائز ہیں ان حقائق کی موجودگی میں امت پر کس کی پیروی اور کس حد تک فرض ہے قابل دید کتاب ہے ۱۲۸ صفحہ قیمت ۶

وضو میں پاؤں پر مسح کرنا رسالہ نواسخ الظہور میں بہت تحقیق سے ثابت کیا گیا ہے کہ وضو میں پاؤں دھونا بالکل خلاف حکم خدا و رسول ہے اور پاؤں پر مسح کرنا صحیح اور عمل رسول و صحابہ ہے اسکے ساتھ مسئلہ قرطاس میراث انبیا فدک خیابی شہید کے متعلق نہایت مفید تحقیقات۔ حجم ۱۵۲ صفحات۔ قیمت عہ

جناب شیخ جیلانی صاحب کو حضرات اہلسنت غوث اعظم اور بڑے پیر کہتے اور انکو صاحب معجزات سمجھتے ہیں۔ اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ وہ سید نہ تھے اور ان کے معجزات سب غلط اور بالکل قابل مضحکہ ہیں یہ رسالہ کئی مرتبہ چھپ کر شائع ہو چکا ہے قیمت ۸ر

حضرت امام غائب کے وجود اور غیبت کے متعلق لاہور کی ایک سنی انجمن کی طرف سے ایک نہایت کتاب شائع کی گئی تھی اس کا تحقیقی جواب جناب مولانا محمد رضی صاحب قبلہ زنگی پوری کے قلم سے۔ قیمت ۱۰ر

مناظرہ مامون اس رسالہ میں خلیفہ مامون کا وہ مشہور مناظرہ ہے جس میں جناب امیر کی افضلیت خلفائے ثلثہ پر ثابت کی ہے قیمت ۴ر

ہندو پنڈت کا رسالہ خلافت ایک ہندو پنڈت صاحب نے مسئلہ خلافت و امامت پر وہ زبردست تحریر شائع کی ہے جس سے مذہب شیعہ کی حقیقت مثل آفتاب روشن ہے اس رسالہ نے برادران اہلسنت میں زلزلہ ڈال دیا قیمت ۸ر

تنقید بخاری حضرت حجۃ الاسلام جناب مولانا سید علی اظہر صاحب قبلہ طاب ثراہ کی وہ مشہور تحقیقی کتاب جس میں صحیح بخاری کی دھجیاں اڑا دی گئی ہیں اور اسکی صحت و عظمت کا دعویٰ خاک میں ملا دیا گیا ہے حصہ اول ۸ر

رسالہ تقیہ حجۃ الاسلام مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ مجتہد لکھنؤ کے فارسی رسالہ کا اردو ترجمہ جس میں قرآن مجید کی متعدد آیتوں و بکثرت احادیث نبوی اور عمل صحابہ و علمائے اہلسنت سے تقیہ کا حکم خدا و رسول ہونا ثابت کر کے ہر شخص کی تشفی کر دی گئی ہے قیمت فی جلد ۱ر

الولی ہندوستان کے مشہور مناظر مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث نے جناب مولانا سید عرفان علی صاحب قبلہ مترجم قرآن مجید و مدرس اعلیٰ مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ سے خلافت بلا فصل حضرت امیر المومنینؑ کے متعلق جو مشہور اور زبردست مناظرہ کیا تھا اور جس میں مولانا ئے ممدوح کو شاندار کامیابی حاصل ہوئی تھی وہ پورا مناظرہ اور کل علمی و دینی تحقیقات۔ قیمت عہ

سبط الیدین جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا چاہیئے ہاتھ باندھنا خلاف حکم خدا و رسول ہے قیمت ۴ر

انتصار در حرمت ادبار وطی فی الدبر کے متعلق تحقیقی رسالہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ اہلسنت کے یہاں جائز ہے اور انکے معزز پیشوایان دین عمل بھی کرتے تھے اور شیعوں کے یہاں ایسا نہیں ہے۔ قیمت ۹ر

وراثت انبیا اور قرآن علی سیدالظہار حسین صاحب مجسٹریٹ و منشی کجھوا نے نہایت قابلیت سے دکھایا ہے کہ جناب رسولخدا کی وراثت کا حق حضرت امیر المومنینؑ اور ائمہ اثنا عشر ہی کو تھا دوسروں کو مطلقاً نہیں ہو سکتا۔ قیمت ۴ر

فیصلہ تبرا جو یہ ایک ہندو منصف نے مسئلہ تبرا کا فیصلہ صادر کیا کہ شیعوں کو علانیہ تبرا کرنے کا حق ہے نہایت قابلیت سے یہ فیصلہ لکھا گیا ہے ہر شیعہ کو اپنے پاس رکھنا چاہیئے قیمت ۴ر

المشتہر: مینیجر اصلاح کجھوا (بہار) KUJHWA (BIHAR)

(سید ناصر الدین مینیجر کے اہتمام سے اصلاح پریس میں چھپ کر شائع کیا)